هدایت الطالبین

(اردو ترجمہ)

قطب الاقطاب قدوۃ العارفین زبدۃ الواصلین حضرت مولانا حافظ

شاہ ابوسعید فاروقی مجددی دہلوی

قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ الْعَزِیْز

مترجم

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی

مکتبہ مجدّدیہ

www.maktabah.org

فہرست

مقدمہ

هِدَايَتُ الطَّالِبِين سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک اور مقامات کی تفصیل پر مشتمل ایک کتاب ہے، جس کے مصنف حضرت حافظ قاری شاہ ابو سعید مجددی فاروقی رضی اللہ عنہ اس طریقہ کے عظیم الشان مشائخ سے ہیں۔ آپ نے یہ رسالہ اپنے کچھ مخلص مریدوں کی فرمائش اور اصرار پر تحریر فرمایا، اور اپنے شیخ حضرت غوث العالم شاہ غلام علی دہلوی مجددی قدس سرہ کی خدمت میں پیش کیا جو انھوں نے بہت پسند فرمایا اور اس کے آخر میں چند تعریفی کلمات بھی لکھے۔

یہ رسالہ حضرت مصنفؒ کی حین حیات ہی بہت زیادہ مقبول ہوا اور اس طریقۂ عالیہ کے مشائخ و مریدین نے اس کو بہت پسند کیا۔ اس بے پناہ مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ آپؒ سے پہلے مقاماتِ سلوکِ نقشبندیہ کو اس قدر تفصیل اور ترتیب سے کسی نے نہیں لکھا تھا۔ آپؒ کے بعد مقاماتِ سلوک پر جتنی بھی تصانیف تحریر ہوئیں، سب نے آپ ہی کے اسلوب اور ترتیب کی تقلید کی۔ آپؒ سے پہلے یہ تمام مقامات اور تفاصیل اس طریقۂ قدسیہ کے مشائخ عظامؒ کی کئی کتابوں میں متفرق جگہ لکھی ہوئی تھیں، لیکن ایک عام سالک کے لئے وہ ساری کتابیں پڑھنا اور ان سے متعلقہ معلومات حاصل کرنا ایک دشوار امر تھا۔ آپؒ کی اس تصنیف نے یہ مشکل آسان فرمادی اور جمیع سلوک کو ایک ہی جگہ مفصل بیان کردیا۔ لہٰذا یہ کہنا بیجا نہ ہو گا کہ

آج یہ کتاب طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک و مقامات کا بنیادی اور اولین ماخذ ہے۔

ہدایت الطالبین کئی بار چھپ چکی ہے۔ ایک بار اعلیٰ کتب خانہ کراچی نے ۱۳۷۷ھ میں شائع کی۔ اس کا ترجمہ عربی اور ترکی زبان میں بھی ہوچکا ہے۔ ہدایت الطالبین کا ایک اردو ترجمہ مولانا نور احمد امرتسری علیہ الرحمۃ (م۱۳۴۸ھ) نے کیا جو اصل فارسی متن کے ساتھ سامانہ پبلشرز، پٹیالہ نزد سرہند شریف، انڈیا نے شایع کیا۔ ایک اور اردو ترجمہ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نقشبندی علیہ الرحمۃ (م۲۰۰۵ء)، سابق صدر شعبہ اردو، سندھ یونیورسٹی، جامشورو پاکستان، نے کیا جو 1950 میں بمع فارسی متن شایع ہوا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ یا ۱۹۵۶) میں شایع ہوا۔

موجودہ ایڈیشن کی بنیاد ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے ترجمے پر ہے۔ سوائے کچھ ضروری تصحیحات کے، وہی ترجمہ یہاں مِن و عَن نقل کیا گیا ہے۔ موجودہ ایڈیشن کو بہتر بنانے کے لئے آیات، احادیث اور اشعار کی ممکنہ حد تک تخریج کی بھی کوشش کی گئی ہے، اور فوٹ نوٹس میں حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی کتاب کی بہتر ترتیب کے لئے ابواب اور ان کے حصوں پر عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ یہ عنوانات اصل ترجمہ کا حصہ نہیں ہیں، اسلئے اصل عنوانات متن میں شامل کردیئے گئے ہیں۔

پوری کوشش کے باوجود، یہ عین ممکن ہے کہ کچھ غلطیاں رہ گئی ہوں، جس سے ہم قارئین سے پیشگی معذرت خواہ ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ان غلطیوں کی نشاندہی فرمائیں گے تاکہ آئندہ اشاعت میں وہ درست کی جاسکیں۔

عبدالرحیم نظامانی
مکتبہ مجدّدیہ

حضرت شاہ ابو سعید مجددی

حضرت شیخ المشائخ غوث العالم شاہ ابو سعید مجددی فاروقی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے ایک عظیم شیخ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب بواسطہ امام ربانی مجدد الف ثانی قُدِّسَ سِرُّہٗ حضرت امیر المؤمنین عمر بن خطاب رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے ملتا ہے۔ آپ کا پیدائشی نام زکی القدر تھا، لیکن آپ اپنی کنیت "ابو سعید" سے ہی جانے جاتے ہیں۔ آپ کے آبائے کرام کے اسماء گرامی اس طرح ہیں۔ شاہ ابو سعید بن شیخ صفی القدر بن شیخ عزیز القدر بن شیخ محمد عیسیٰ بن شیخ سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قُدِّسَ سِرُّهُمْ۔

آپ کی ولادت مبارک ۲ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ (۹ اکتوبر ۱۷۸۲ء) کو رام پور انڈیا میں ہوئی۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا اور پھر قاری نسیم علیہ الرحمۃ سے علم قرأت حاصل کیا۔ آپ کی قرأت کی عرب بھی تعریف کرتے تھے۔ بعد ازاں آپ نے اس وقت کے جید علماء سے علم حاصل کیا جن میں مفتی شرف الدین [1]، شاہ رفیع الدین [2] بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شامل ہیں۔ علم حدیث کی سند آپ نے اپنے

[1] مفتی شرف الدین حنفی رام پوری (ف ۱۲۶۸ھ) اس دور میں رام پور کے مشہور ترین علماء و مدرسین میں سے تھے۔ نامور علماء نے ان سے تحصیل علم کی۔ نزہۃ الخواطر

[2] حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحْمَةُ

ماموں حضرت سراج احمد [3] بن شیخ محمد مرشد [4] سے حاصل کی۔ ان کے علاوہ آپ نے علمِ حدیث حضرت شاہ عبدالعزیز [5] اور اپنے شیخِ طریقت حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّهُمَا سے بھی پڑھا۔

آپ شروع میں اپنے والد محترم حضرت شیخ صفی القدر مجددی [6] رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ سے بیعت ہوئے جو کہ تارکِ دنیا اور متوکل بزرگ تھے اور اپنے آبائے کرام سے نسبت حاصل کی تھی۔ بعد میں ان کی اجازت سے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ فیض المعروف شاہ درگاہی [7] رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ (م۱۲۲۶ھ) سے بیعت کی اور

اللّٰهِ عَلَيۡهِ کے فرزند تھے۔ آپ نے قرآن مجید کا تحت اللفظ اردو ترجمہ بھی کیا، اور اس کے علاوہ بھی تصانیف ہیں۔ ۱۱۶۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۳۳ھ میں وصال فرمایا۔

[3] حضرت شاہ سراج احمد مجددی رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ (ولادت ۱۱۷۶ھ، وفات ۱۲۳۰ھ) علم حدیث پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ خاندان مجددیہ کے انساب پر ایک کتاب سیر المرشدین تالیف کی تھی۔ کثیر التصانیف عالم تھے۔ کتاب خانہ رضا، رام پور، ہندوستان میں شرح جامع ترمذی کا ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے۔ تذکرہ کاملانِ رام پور

[4] مولانا محمد مرشد بن مولانا محمد ارشد بن علامہ فرّخ شاہ بن خواجہ محمد سعید بن حضرت مجدد الفِ ثانی رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِمۡ۔ (ولادت ۱۱۱۷ھ، وفات ۱۲۰۱ھ)۔ ۱۱۷۷ھ میں سرہند پر سکھوں کے تیسرے حملہ کے دوران سرہند سے ہجرت کی اور رام پور (ہندوستان) میں سکونت اختیار کرلی۔ علوم عقلی و نقلی میں کامل، محدث و مفسر تھے۔ تذکرہ کاملانِ رام پور

[5] حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ (ولادت ۱۱۵۹ھ، وفات ۱۲۳۹ھ) بن حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ ایک متبحر عالم تھے۔ ان کے علم سے سارا ہندوستان مستفید ہوا۔ عرب سے بہت سے علماء علمِ حدیث کے حصول کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ بہت بلند پایہ کتابوں کے مصنف تھے جن میں "تفسیر عزیزی" اور "تحفہ اثناء عشریہ" مشہور ہیں۔

[6] حضرت شاہ صفی القدر مجددیؒ، وفات بروز پیر ۲۵ شعبان ۱۲۳۶ھ بمقام لکھنؤ۔

[7] حضرت شاہ فیض درگاہی نقشبندی رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ (ولادت ۱۱۶۲ھ، وفات ۱۲۲۶ھ)۔ حضرت

طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلافت مطلقہ حاصل کی۔ شاہ درگاہیؒ کا سلسلہ طریقت دو واسطوں سے حضرت خواجہ محمد زبیر مجددی سرہندی [8] قُدِّسَ سِرُّہٗ سے ملتا ہے۔ اپنے شیخ کے حکم کے مطابق آپ نے طالبین کی روحانی تربیت شروع کی اور بہت لوگ آپ کے مرید ہوئے۔ لیکن اپنی بلند استعداد کی وجہ سے آپ کی روحانی پیاس ہنوز باقی رہی۔ اس لئے آپ نے اپنی پیری و مریدی کو خیرباد کہہ کر اعلیٰ روحانی منازل حاصل کرنے کے لئے اسی طریقہ کے عظیم الشان بزرگ اور تیرھویں صدی کے مجدد حضرت شاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی مجددی [9] قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں ۷ محرم ۱۲۲۵ھ کو حاضر ہوئے۔ انھوں نے آپ کو اپنی خدمت میں قبول فرمایا اور بیعت لی، اور ذکر اسم ذات و نفی اثبات نیز مراقبہ احدیت و معیت کا حکم فرمایا۔ چند ہی روز میں آپ کے لطائف میں جذباتِ الٰہیہ پیدا ہوئے اور عرش کے اوپر سیر حاصل ہوئی۔

حافظ سید جمال اللہ رام پوری قُدِّسَ سِرُّہٗ سے نسبت تھی۔ تخت ہزارہ، پنجاب میں پیدا ہوئے اور رام پور میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہیں۔

[8] حضرت خواجہ محمد زبیر مجددی سرہندی قُدِّسَ سِرُّہٗ دہلی میں طریقہ مجددیہ کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ آپ ۱۰۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۲ھ کو وصال فرمایا۔ آپ نے اپنے دادا حضرت خواجہ محمد نقشبند بن خواجہ محمد معصوم بن مجدد الفِ ثانی قُدِّسَ سِرُّھُمْ سے نسبت و خلافت حاصل کی۔ آپ کثیر العبادت اور کثیر الارشاد بزرگ تھے اور اپنے وقت کے قیوم تھے۔

[9] حضرت قطب العارفین سیدنا شاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ (ولادت ۱۱۵۶ھ، وصال ۱۲۴۰ھ) طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے شیخ طریقت اور تیرھویں صدی ہجری کے مجدد تھے۔ آپ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلیفۂ اعظم اور مسند نشین تھے۔ آپ سے اس قدر فیض جاری ہوا کہ آپ کی زندگی میں عرب و عجم میں آپ کے مریدین تھے، اور پورے ہندوستان بلکہ بخارا، بغداد، ترکستان اور حرمین شریفین میں بھی آپ کے مریدوں کی کثرت تھی۔ آپ کی تحاریر میں چند رسائل اور مکتوبات شریف شامل ہیں۔ مزار شریف خانقاہِ مظہریہ دہلی میں ہے۔

دو ماہ کے اندر ہی آپ نے ولایتِ صغریٰ تک مقامات طے کر لیے۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۲۲۵ھ کو آپ کے شیخ نے آپ کو ولایتِ کبریٰ میں داخل کیا اور لطیفہ نفس پر توجہ فرمائی۔ دو ماہ بعد ۱۵ جمادی الثانی کو آپ نے ولایتِ علیا کی توجہ حاصل کی۔ جب آپ نے ولایت کے یہ اعلیٰ مقامات طے کر لیے، تو کسی ضرورت سے آپ کو رام پور جانا پڑا۔ جب آپ نے رخصت کے لئے اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کیا تو انھوں نے آپ کو طریقہ نقشبندیہ، چشتیہ اور قادریہ میں خلافت عطا فرمائی اور اجازت نامہ بھی لکھ کر دیا۔

چند ماہ بعد آپ رام پور سے واپس آئے اور اسی سال ذیقعدہ میں آپ نے کمالاتِ نبوت کی توجہ حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے ایک ایک ماہ تک ہر مقام میں توجہات حاصل کیں اور تاتعین تک سلوک طریقہ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔

حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ۱۲۳۰ھ میں آپ کو اپنی ضمنیت سے نوازا اور اپنی سینے میں جو کچھ رکھتے تھے وہ سب شاہ ابو سعیدؒ کے سینے میں ڈال دیا۔

آپ سلسلہ مجددیہ کے اعلیٰ ترین مقامات پر فائز ہوئے اور اپنے وقت کے قیوم بنے۔ حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے ۱۲۳۳ھ میں آپ کو قیومیت کی بشارت دی اور فرمایا کہ "مجھے الہام ہوا ہے اسی لئے میں نے تم کو یہ خوشخبری دی ہے"۔ انھوں نے اپنے وصال سے پہلے آپ کو اپنا جانشین و قائم مقام بنایا اور خانقاہ مظہریہ ان کے حوالہ کی۔ ان کے وصال کے بعد آپ ۹ برس تک طالبوں کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ کتنے ہی خوش نصیب آپ کی توجہات و عنایات سے بلند ترین مقامات پر فائز ہوئے اور اہل اللہ بنے۔

آپ نے ۱۲۴۹ھ میں حرمین شریفین کی زیارت اور حج بیت اللہ کا قصد کیا اور

اپنے صاحبزادہ حضرت شاہ احمد سعید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ اسی سال آپ نے حج کیا اور حرمِ مکہ کے مشہور علماء و مشائخ سے ملاقات فرمائی، جن میں شیخ عبداللہ سراج، شیخ عمر مفتی شافعیہ، مفتی سید عبداللہ، میر غنی حنفی اور ان کے چچا شیخ یاسین حنفی، شیخ محمد عابد سندھی [10] رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِمۡ شامل ہیں۔ ماہِ میلاد مبارک ربیع الاول ۱۲۵۰ھ آپ نے مدینہ منورہ میں گذارا۔ وہاں بھی آپ کا حلقہ جاری رہتا تھا اور طالبوں کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ مکان بھر جاتا۔

حرمین شریفین کی بابرکت زیارتوں سے فارغ ہوکر آپ واپس ہندوستان کی جانب عازم سفر ہوئے۔ ۲۲ رمضان المبارک ۱۲۵۰ھ کو آپ شہر ٹونک میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ نے کچھ دن گزارے اور وہاں کے حاکم و عوام بہت اخلاص سے پیش آئے۔ عید الفطر کے دن آپ کی طبیعت حد سے زیادہ خراب ہوگئی اور اسی دن شام کو ظہر و عصر کے درمیان، بروز ہفتہ یکم شوال ۱۲۵۰ھ (۳۱ جنوری ۱۸۳۵ء) آپ نے وصال فرمایا۔ ٹونک کے قاضی مولوی خلیل الرحمٰن رامپوری نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالغنی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ آپ کی نعش مبارک کو صندوق میں رکھ کر ٹونک سے دہلی لے آئے۔

چالیس روز بعد دہلی میں آپ کو خانقاہِ مظہریہ میں اپنے شیوخ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہُمَا کے ساتھ ہی دفن کیا گیا۔

[10] شیخ محمد عابد انصاری سندھی، ولادت تقریباً ۱۱۹۳ھ میں سندھ میں ہوئی اور وفات ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ کثیر التصانیف عالم تھے۔

جانشین

آپ کے وصال کے بعد آپ کے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی مدنی قُدِّسَ سِرُّہٗ آپ کے جانشین اور قائم مقام بنے اور خانقاہ مظہریہ شریف دہلی میں مسند نشین ہوئے۔ انھوں نے اپنے والد محترم سے بھی توجہات لیں تھیں لیکن سلوک کی مکمل تربیت اور نسبت حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے ہی حاصل کی تھی اور ان ہی کے مجاز مطلق تھے۔ آپ اپنے وقت کے مشہور شیخِ طریقت اور محدث بھی تھے، اور آج بھی کئی علماء کی سندِ حدیث آپ ہی سے متصل ہے۔ آپ نے ۲۶ برس تک طالبینِ طریقت کی تربیت فرمائی اور ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع کے اندر سیدنا عثمان غنی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے مقبرہ شریف کے سایہ میں دفن ہوئے۔

خلفاء کرام

حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ نے بیشمار طالبوں کی روحانی تربیت فرمائی اور کتنے ہی خوش نصیب افراد نے آپ سے طریقہ مجددیہ میں اجازتِ مطلقہ حاصل کی۔ ان میں سے جن افراد کے نام تاریخ نے محفوظ کئے ان میں مندرجہ ذیل بزرگ شامل ہیں۔

1. حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔ آپ حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ ۱۲۳۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۷ محرم ۱۲۹۶ھ (۳۱ دسمبر ۱۸۷۸ء) کو مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ بہت بڑے عالم، محدث، مصنف اور شیخِ طریقت تھے۔ اپنے والد سے اجازت و خلافت حاصل کی اور بعد میں اپنے

بڑے بھائی شاہ احمد سعید مجددیؒ سے سلوک کی تکمیل کی۔

2. حضرت شاہ عبدالمغنی مجددی رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ کے تیسرے فرزند تھے۔ ولادت بمقام لکھنؤ ۱۲۳۹ھ میں ہوئی اور ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء میں مدینہ منورہ میں انتقال کیا۔ اپنے والد سے بھی اجازت تھی، اور بعد میں اپنے برادرِ اکبر شاہ احمد سعید مجددیؒ سے تکمیل سلوک کی۔

3. حضرت مولانا محمد شریف قندھاری رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ ۱۱۹۸ھ میں افغانستان میں پیدا ہوئے اور ۱۲۶۰ھ یا ۱۲۶۱ھ میں ہوشیار پور میں وصال فرمایا۔ بعد میں آپ کے تابوت کو سرہند شریف لاکر دفن کیا گیا۔ آپ نے کچھ افراد کو خلافت بھی دی جن میں سر فہرست حضرت حاجی خاوند محمود قُدِّسَ سِرُّہٗ ہیں۔

4. حضرت مولانا علاء الدین رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ حضرت شاہ ابو سعیدؒ سے تعلیم سلوک حاصل کی اور پھر پشاور جاکر تبلیغِ طریقہ میں مشغول ہوئے۔

5. حضرت شاہ سعد اللہ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ آپ نے حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے سلوک کی تعلیم شروع کی اور بعد میں شاہ ابو سعیدؒ سے تکمیل کی۔ بعد میں اجازت لیکر حرمین شریفین چلے گئے۔ وہاں سے واپس آکر ۱۲۴۵ھ/۱۸۲۹ء میں حیدرآباد دکن پہنچے اور دو سال وہاں مقیم رہے۔ بعد میں گولکنڈہ چلے گئے۔ آپ اپنے شیوخ یعنی شاہ غلام علی اور شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہُمَا کا عرس شریف بڑے تکلف سے کرتے تھے۔ آپ دونوں پاؤں سے معذور تھے۔ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۲۷۰ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کے کئی خلفاء کرام تھے۔

6. حضرت مولانا عبدالکریم ترکستانی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حین حیات ہی شاہ ابو سعیدؒ سے لکھنؤ میں تعلیم سلوک حاصل کی۔ ان سے بلغار وغیرہ کے لوگوں نے بہت فوائد حاصل کیے۔

7. حضرت مولانا غلام محمد رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ ضلع اٹک سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حین حیات ہی شاہ ابو سعیدؒ سے نسبت حاصل کی اور اپنے وطن جاکر لوگوں کو طریقت کی تعلیم دینے لگے۔ حرمین شریفین بھی گئے تھے، اور وہاں سے واپس آتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔

8. حضرت میاں اصغر رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ خانقاہ شریف کے خاص خادم تھے۔ حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے حکم سے حضرت شاہ ابو سعید قُدِّسَ سِرُّہٗ کی خدمت میں بیٹھتے اور وہ ان پر بہت عنایت فرماتے تھے۔ ان کی توجہ بہت قوی تھی اور لوگوں کو ان کی توجہات سے بہت فائدہ پہنچتا تھا۔ حضرت شاہ ابو سعیدؒ کے سفر حرمین میں یہ بھی ساتھ تھے۔ ۱۲۵۵ھ میں وفات پائی اور خانقاہ مظہریہ، دہلی میں مدفون ہوئے۔

کرامات

میاں محمد اصغر بتاتے ہیں کہ میری تہجد نماز فوت ہوجاتی تھی۔ ایک بار میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی تو فرمایا کہ ہمارے خادم سے کہہ دو کہ تہجد کے وقت تمہارے بارے میں مجھے یاد کروا دیا کرے، میں تمہیں اٹھادیا کروں گا۔ میں تو صرف اتنا ہی کرسکتا ہوں اور باقی تمہارے اختیار میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے

بعد عین تہجد کے وقت گویا مجھے کوئی اٹھا دیتا تھا۔

حضرت شاہ ابو سعید مجددی قُدِّسَ سِرُّہٗ کا ایک قدیم مرید شیخ احمد بخش آپ کی وفات کے بعد آپ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ آپ نے خواب میں اسے فرمایا کہ وہ نیک نامی کا کاغذ جو تم نے فرنگی سے لیا ہے اور تمہاری گٹھڑی میں ہے، اسے پھاڑ ڈالو کیونکہ یہ اسلام (اور مسلمانوں) کے لئے مناسب نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے بالکل یاد نہیں تھا کہ وہ سند میرے ساتھ ہے۔ جب تلاش کی تو وہ سند وہیں سے برآمد ہوئی جہاں آپ نے نشاندہی فرمائی تھی۔ میں نے اسے پھاڑ ڈالا اور فرنگیوں کی محبت میرے دل سے نکل گئی۔

ھدایت الطالبین (اردو ترجمہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡھِمۡ وَ لَا ھُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۝ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ۝ لَھُمُ الۡبُشۡرٰی فِي الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِي الۡاٰخِرَۃِ [11]

ترجمہ: یاد رکھو! جو خاصانِ خدا ہیں ان کو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے۔ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

بر کفے جامِ شریعت بر کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن [12]

ترجمہ

جامِ شرع اِک ہاتھ میں سندانِ [13] عشق اِک ہاتھ میں
ایسی بازی تجھ سے اے اہلِ ہوس ممکن نہیں

---

[11] سورۃ یونس (۱۰)، آیۃ ۶۲-۶۴

[12] شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ وفات ۶۹۱ھ۔ مدفن شیراز، ایران۔ مشہور فارسی شاعر ہیں اور کئی مشہور فارسی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں بوستان اور گلستان مشہور ہیں۔

[13] سندان: اہرن یا نہائی، جس پر گرم لوہا رکھ کر کوٹتے ہیں۔

حمد و صلٰوۃ کے بعد درویشوں میں سب سے زیادہ حقیر بلکہ ان کے لئے باعثِ ننگ، ابو سعیدؒ، جو نسب اور طریقت میں مجددی ہے عُفِيَ عَنْهُ وَ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ عِوَضًا عَنْ كُلِّ شَيْءٍ (اس کے قصور معاف ہوں اور ہر چیز کے عوض اس کو خدائے تعالٰی ہی ملے)، واضح کرتا ہے کہ بعض یارانِ طریقت نے جو اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے میرے ساتھ رہتے تھے، اصرار کیا کہ جو کچھ راہِ سلوک میں اسرار اور واردات آپ پر وارد ہوئے ہیں اور مشائخ کرامؒ کی توجہ سے اس راہ میں کشف یا وجدان سے معلوم ہوا ہے، نیز ہر مقام پر جو اذکار و مراقبات آپ کے عمل میں آئے ہیں وہ سب ہمارے لئے تحریر فرمادیں، تاکہ ہم اُسے اپنے لئے سَند سمجھ کر اپنا معمول بھی اسی کے مطابق بنالیں۔

فقیر نے کہا کہ حضرت امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قُدِّسَ سِرُّهٗ کے پاکیزہ مکتوبات اور ان کے صاحبزادوں کی تصانیف سے ہر خاص و عام پوری طرح تمام مسائل و اسرار سے آگاہی حاصل کرسکتا ہے۔ اور اسی طرح ہمارے پیر دستگیر قطب الاقطابؒ[14] کے رسائل جو ہمارے طریقے کے متعلق ہیں اور ان میں نصائح بھی ہیں، راہِ یقین کے طالبوں کے لئے کافی ہیں۔ اس لئے اس عاجز کا اپنی عدم لیاقت کے باوجود اس باب میں کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ لیکن وہ مخلص حضرات اپنے حسنِ ظن کی وجہ سے اپنے سوال سے باز نہ آئے اور کہا کہ ہر شخص کو رخصت کے وقت اپنے مشائخ سے کچھ نہ کچھ تبرک عنایت ہوتا ہی ہے، ہم بھی جب اپنے وطن جائیں گے تو اپنے لئے آپ کی یہ تحریر تبرک بنائیں گے۔ ہر چند میں نے عدم فرصت کی وجہ سے لیت و لعل سے کام لیا لیکن ان کے سوال کے آگے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ بالآخر

[14] یعنی حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددی قُدِّسَ سِرُّهٗ

اتفاقاتِ زمانہ سے مجھے لکھنؤ جانا پڑا تو کسی قدر فرصت نکل آئی۔ چنانچہ اپنی نااہلیت کے باوجود اُن کی فرمائش کو پورا کرنا پڑا اور جو کچھ اس راہ میں پیرانِ کبارؒ کی توجہ سے اس خاکسار پر وارد ہوا ہے، اللہ تعالیٰ کے شکر کے اظہار کے لئے کہ اس کا حکم بھی ہوا ہے [15] لکھنا پڑا۔

لیکن جاننا چاہئے کہ جو کچھ اس رسالہ میں تحریر ہوا ہے وہ ان واردات اور مکشوفات کی بنا پر ہے جو اس ذرۂ بے مقدار پر محض فضلِ الٰہی سے اور اپنے پیر دستگیرؒ کی وجہ سے کہ جن کا نامِ نامی ابھی آتا ہے ہوئے ہیں۔ مگر بعض مقامات پر تفصیل بھی عرض کی ہے تو وہ اپنی معلومات کی بنا پر ہے یا (بزرگوں سے) سُن کر عرض کی ہے، محض (کورانہ) تقلید یا علمی اکتساب نہیں ہے۔ وَ كَفىٰ بِاللّٰهِ شَهِيْدًا وَّ هُوَ حَسْبِيْ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ (اور اس پر گواہی کو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور وہی مجھ کو کافی ہے اور وہی بہت اچھا کارساز ہے)۔

چونکہ ازلی عنایت اس فقیر کے شامل حال تھی اس لئے حضور انور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ہجرت کے ۱۲۲۵ھ میں ۷ محرم الحرام کو دہلی میں قطب الاقطاب، شیخ و شاب کے غوث [16]، تیرہویں صدی کے مجدد، نائب حضرت خیر البشرؐ، خلیفۂ خدا، مروّج شریعتِ غرّا، المشتہر فی الآفاق کہ لقب مبارک ان کا حضرت خاتمیت سے عبداللہ ہے اور حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے علی ہے، جناب حضرت

---

[15] قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ۔ جامع الترمذي، كتاب البر والصله (۲۷)، حديث رقم ۲۰۸۲۔ ترجمہ: جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔

[16] یعنی بوڑھوں اور جوانوں کے غوث

غلام علی شاہ دہلوی مجددی اَفَاضَ اللّٰہُ اِفَاضَتَہٗ عَلیٰ مَفَارِقِ الطَّالِبِیْنَ (اللہ تعالیٰ طالبانِ راہِ حق کے سر پر ان کا سایہ قائم و دائم رکھے) کی قدمبوسی کا شرف مجھ کو حاصل ہوا۔ آپ نے بڑی نوازش فرمائی کہ اس فقیر کو اپنے حلقۂ ارادت میں قبول فرمایا، اور اسم ذات (اللّٰہ) اور نفی و اثبات (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ) کے شغل کا اور نیز احدیّت و معیّت کے مراقبہ کا فقیر کو حکم دیا۔ اور عالَم امر کے پانچوں لطائف کے لئے توجہ فرمائی۔ چند ہی روز میں ان لطائف میں جذباتِ الٰہیہ حاصل ہوئے اور ان لطائف کو اپنے اصول کی جانب سیر حاصل ہوئی جو کہ عرش مجید کے اوپر ہے، اور لامکانیت کے ساتھ بھی تعلق رکھتے ہیں۔ اور فنائے جذبہ بھی حاصل ہوا جو عدم سے عبارت ہے۔ پھر دائرہ امکان کی سیر مکمل کرکے اس کے اصل کی طرف عروج کیا جو دائرۂ ولایتِ صغریٰ میں ہے۔ اس مقام پر بھی فنا اور بقا حاصل ہوئی اور ان دونوں دائروں کے انوار و اسرار اپنی استعداد کے مطابق حاصل ہوئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ (پس اللہ تعالیٰ کے لئے سب تعریف ہے)۔ چونکہ ان دونوں دائروں[17] کی سیر کا ذکر ہوا، اس لئے لازم ہے کہ لطائفِ عشرہ کے متعلق کچھ تفصیل پیش کردی جائے۔

---

[17] یعنی دائرۂ امکان اور دائرۂ ولایتِ صغریٰ

لطائف کے اشغال

فصل: دس لطیفوں اور ان کی مشغولی کے بیان میں

دس لطائف

جاننا چاہئے کہ حضرت امامِ ربانی مجدد الفِ ثانی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور آپ کے متبعین نے تحقیق فرمائی ہے کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ پانچ عالمِ اَمر کے اور پانچ عالَمِ خَلق سے ہیں۔ عالَم امر کے پانچ یہ ہیں: قلب[۱]، روح[۲]، سِرّ[۳]، خفی[۴] اور اخفیٰ[۵]۔ اور عالمِ خلق کے پانچ لطائف یہ ہیں: لطیفۂ نفس[۱] اور عناصر اربعہ (آگ[۲]، ہوا[۳]، پانی[۴]، خاک[۵])۔ عالَم امر اس لئے کہتے ہیں کہ محض "کُن" [18] کے امر سے ظہور میں آیا ہے۔ اور عالَم خَلق بتدریج پیدا ہوا ہے [19] اور دائرہ امکان ان دونوں عالم کو ملاتا ہے۔ دائرہ امکان کا زیریں نصف حصہ عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ہے اور اس کا دوسرا

[18]قال اللّٰه تعالیٰ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۝ سورة یٰس (۳۶)، آیة ۸۲۔ ترجمہ: اس کا امرِ (تخلیق) فقط یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کو (پیدا فرمانا) چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے: ہو جا، پس وہ فورًا (موجود یا ظاہر) ہوجاتی ہے۔

[19]قال اللّٰه تعالیٰ: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَیَّامٍ۔ سورة السجدة (۳۲)، آیة ۴۔ ترجمہ: اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (اسے) چھ دنوں (یعنی چھ مدتوں) میں پیدا فرمایا۔
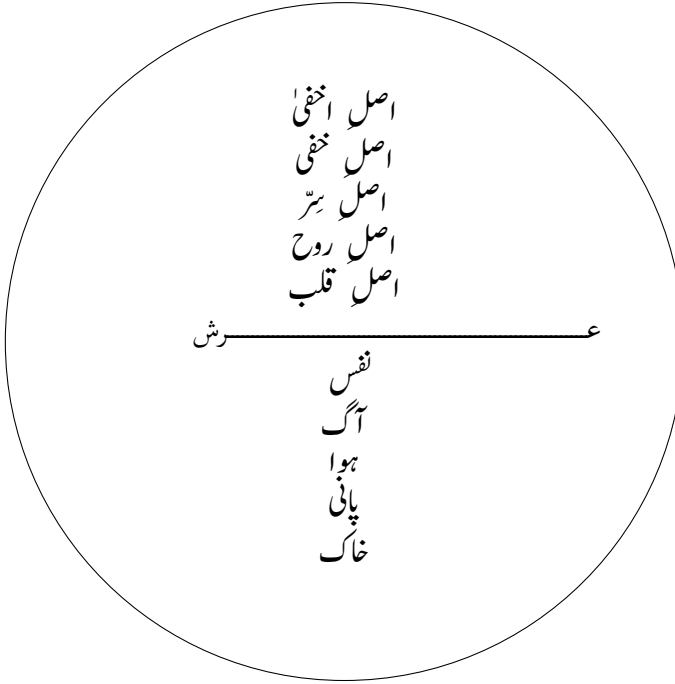
دائرۂ امکان

عرش کے اوپر کا نصف دائرہ عالمِ امر ہے اور نیچے کا نصف دائرہ عالمِ خلق ہے۔

بالائی نصف حصہ عرش سے بالا بالا ہے اور عالمِ امر اوپر کے نصف حصہ میں ہے اور عالمِ خلق عرش کے نیچے نصف حصہ میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب ہیکلِ جسمانی انسانی (شکل و صورت) کو پیدا فرمایا تو عالمِ امر کے لطائف کو جسمِ انسانی کے چند مقامات سے تعلق اور لگاؤ پیدا کردیا۔ قلب بائیں پستان کے نیچے دو۲ انگشت کے فاصلے پر پہلو کی طرف مائل ہے۔ روح دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے، سرّ قلب کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر سینے کی طرف ہے، خفی روح کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر ہے اور اخفیٰ کا عین سینے کے درمیان تعلق فرمایا۔

حتیٰ کہ ان لطائف نے خود کو اور اپنی اصل کو فراموش کردیا اور اس انسانی تاریک جسم سے میل کرلیا اور اپنا لگاؤ اس ظلمت کدہ سے پیدا کرلیا۔ عارف رومی [20] قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا ہے۔ مثنوی

پایہ آخرِ آدم ست و آدمی
گشت محروم از مقامِ مَحرمی

[20] حضرت مولانا جلال الدین رومی قُدِّسَ سِرُّہٗ، فارسی زبان کے مشہور ترین شاعر اور عظیم صوفی بزرگ گذرے ہیں۔ سلسلہ نسب حضرت ابو بکر صدیق رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے ملتا ہے۔ ۶۰۴ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت شمس تبریز رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے مرید تھے۔ شاعری میں آپ کی کتاب "مثنوی معنوی" ایک عظیم الشان اور مشہور کتاب ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی شاعری کی ایک اور کتاب دیوانِ شمس بھی ہے۔ آپ کے خطوط جو آپ نے معین الدین پروانہ کو لکھے تھے، وہ بھی "فیہ ما فیہ" کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ آپ نے ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ کو وصال فرمایا اور قونیہ (ترکی) میں مدفون ہیں جہاں آپ کا مزار مبارک مرجع خلائق ہے۔

گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر
نیست از وے ہیچ کس محروم تر

ترجمہ
آخری منزل ہے خود آدم مگر
ہوگیا محروم گر ہے بے خبر

اس سفر سے اس کی گر رجعت [21] نہیں
اس سے بڑھ کر کوئی بدقسمت نہیں

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت بے غایت کسی بندہ کے شامل حال ہوتی ہے تو وہ اُسے اپنے دوستوں میں سے کسی ایک دوست کی خدمت میں بھیج دیتا ہے اور وہ بزرگ ریاضات و مجاہدات کا حکم دیکر اس کے باطن کا تزکیہ اور تصفیہ کرتا ہے اور اذکار و افکار کی کثرت سے اس کے لطائف کو ان کی اصل کی طرف رجوع کرادیتا ہے۔ چونکہ اس زمانے میں اللہ سے لَو لگانے والوں کی کمی ہوگئی ہے اس لئے نقشبندیہ بزرگ رَحۡمَةُ اللّٰہِ عَلَیۡھِمۡ ایسے طالب کو پہلے ذکر کا طریقہ سکھاتے ہیں اور بجائے ریاضات و مجاہداتِ شاقہ کے عبادات و اعمال کا حکم فرماتے ہیں اور تمام حالات میں حدِ اعتدال کو قائم رکھتے ہیں اور اپنی توجہات کو کہ دوسروں کی کئی چلہ کشیاں بھی ان کی ایک توجہ کے برابر نہیں ہوتیں، ہر روز سبق کے طریقے پر طالب کے حق میں مبذول فرماتے ہیں۔

بیت [22]

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظرِ شمسِ دیں
سخرہ کند بر دھہ و طعنہ زند بر چلہ

[21] لوٹنا، واپس ہونا
[22] دیوانِ شمس، مولانا جلال الدین رومی۔ حالات کے لئے دیکھئے صفحہ 7 حاشیہ 20

ترجمہ
تبریزؒ کی جو ایک نظر میں مجھے ملا
چِلّے پہ اور دَہے[23] پہ بھی وہ طعنہ زن ہوا

اور طالبوں کو سنّت کی اتباع اور بدعت کے اجتناب سے حکم فرماتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان کے حق میں رخصت پر عمل کی تجویز نہیں فرماتے (بلکہ عزیمت پر عمل کا حکم فرماتے ہیں)۔ اس لئے ان بزرگوں نے ذکرِ خفی کو اپنا طریقہ اختیار فرمایا کیونکہ حدیث شریف کے مطابق اس ذکر کی فضیلت ذکرِ جہر پر ستر درجہ ثابت ہے[24]۔ اس ذکر میں تین اشغال ہیں۔

[23] چِلّہ یعنی چالیس دن کی عبادت اور دھہ یعنی دس دن کی عبادت و ریاضت

[24] سیدہ عائشہ صدیقہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس مخفی ذکر کو انسان کے ساتھ رہنے والے فرشتے نہیں سنتے وہ ستر مرتبہ اس ذکر سے جس کو فرشتے سنتے ہیں (یعنی زبانی ذکر سے) فضیلت میں بڑھ کر ہے۔ جب قیامت کا دن ہو گا اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو حساب کتاب کے لیے پیش ہونے کا ارشاد فرمائے گا تو جو کچھ فرشتوں کو یاد ہو گا یا جو انہوں نے لکھا ہو گا وہ سب لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا دیکھو اس بندہ کے اعمال میں سے کوئی چیز رہ تو نہیں گئی ہے؟ فرشتے عرض کریں گے کہ یا الٰہ العالمین جو کچھ ہم جانتے ہیں اور جو ہم نے یاد کیا وہ پوری طرح لکھ کر لے آئے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری ایک نیکی میرے پاس موجود ہے جسے یہ فرشتے نہیں جانتے اور میں تجھے اس کا بدلہ ضرور دوں گا اور وہ نیکی ذکر خفی ہے۔ بحوالہ مرقاۃ المصابیح شرح مشکوٰۃ المصابیح از ملا علی قاری، البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ از علامہ جلال الدین سیوطی

شغل اول: ذکر

اسمِ ذات کا ذکر

شغل اول اسمِ ذات کا ذکر ہے یا نفی و اثبات کا۔ طالب کو پہلے اسمِ ذات کے ذکر کا حکم فرماتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کو پہلے اپنے قلب کو تمام خطرات سے اور نفس کے خیال سے خالی کر دینا چاہیئے۔ گذرے ہوئے اور آنے والے خیال کو بھی دل سے نکال دینا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں خطرات کے دفعیہ کے لئے التجا اور تضرع [25] کرنا چاہیئے۔ جس بزرگ سے تلقینِ ذکر ہوئی ہو، اُس کی صورت کا تصور اپنے دل کے اندر دل کے مقابلہ میں رکھنا خطرات کو دُور کرنے کے لئے پوری طرح موثر ہے۔ اور شیخ کی صورت کے اسی تصور کو ذکرِ رابطہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد ذکر میں مشغول ہو جائیں، لیکن وقوفِ قلبی کی رعایت رکھیں کیونکہ خطرات کو دُور کئے بغیر اور وقوفِ قلبی کے بغیر تنہا ذکر فائدہ نہیں دیتا بلکہ حدیثِ نفس میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہمارے طریقہ کے امام حضرت شاہ نقشبند [26] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے وقوفِ عددی کو اسقدر

[25] درخواست یا التماس

[26] حضرت خواجۂ خواجگان شاہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ طریقہ نقشبندیہ کے بانی اور امام ہیں۔ بخارا (ازبکستان) سے تین میل پر ایک گاؤں قصرِ ہندواں میں ۷۲۸ھ میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قُدِّسَ سِرُّہٗ (ف ۷۵۵ھ) کی صحبت میں رہے، اور ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت سید امیر کلال قُدِّسَ سِرُّہٗ (ف ۷۷۲ھ) سے باطنی تعلیم حاصل کی۔ اویسی طریقہ پر حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے روحانی نسبت تھی۔ آپ کا وصال بروز پیر ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو قصرِ عارفاں نزد بخارا میں ہوا۔ خلفائے کرام میں حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار (ف ۸۰۴ھ)، حضرت خواجہ محمد پارسا (ف ۸۲۲ھ) اور حضرت خواجہ یعقوب چرخی (ف ۸۵۱ھ) رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ شامل ہیں۔

ضروری شمار نہیں کیا اور وقوفِ قلبی کو تو شرائط و واجبات میں سے شمار فرماتے ہیں۔

وقوفِ قلبی سے مراد طالب کی توجہ خود اپنے دل کی طرف ہے اور اپنے دل کی توجہ ذاتِ الٰہی کی طرف کہ جس کا مبارک نام اللّٰہ ہے۔ پس اس ذکر میں اَور خطرات کو دور کرتے ہوئے وقوفِ قلبی کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے تاکہ ذکر کی حرکت دل سے خیال کے کان تک پہنچ جائے۔ پھر لطیفۂ روح سے بھی اسی طرح ذکر کرے، اس کے بعد لطیفہ سِرّ، لطیفہ خفی، لطیفہ اخفیٰ اور پھر لطیفہ نفس سے کہ جس کا محل وسطِ پیشانی ہے، اور اس کے بعد پھر تمام بدن سے ذکر کرے کہ اس کو لطیفہ قالب کہتے ہیں [27]۔ اور اس قدر ذکر کرے کہ ہر رگ و پے اور روئیں روئیں سے خیال کے کان میں ذکر سنائی دے۔ اس ذکر کو ہمارے طریقہ میں سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں۔

نفی و اثبات کا ذکر

اس کے بعد نفی و اثبات کے ذکر کی تلقین فرمائی جاتی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سانس کو زیرِ ناف روک کر لفظ لَا کو وہاں سے پیشانی تک پہنچائیں اور اِلٰہَ کو وہاں سے داہنے پہلو پر لاکر اِلَّا اللّٰہ کی ضرب دل پر ماریں۔ اس طرح پر کہ اس کا گزر تمام لطائف پر ہوجائے اور ذکر کا اثر تمام اعضاء و جوارح تک پہنچ جائے۔ اس ذکر کو ہمارے طریقہ میں اعضاء و جوارح کی حرکت کے بغیر کرتے ہیں۔ اور اگر حبسِ نفس سے کچھ ضرر ہوتا ہو تو بغیر حبسِ نفس کے ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ حبس شرط نہیں

[27] لطیفہ قالب کی جگہ بعض بزرگوں نے وسطِ سر میں مقرر کی ہے اور وہاں توجہ دیتے ہیں جس سے بفضلہ تعالیٰ تمام بدن میں ذکر جاری ہوجاتا ہے۔ بحوالہ جلوہ گاہِ دوست از خواجہ محمد طاہر بخشی مدظلہ العالی

ہے۔ اور کلمہ کے معنی کو ملحوظ رکھیں کہ میرا مقصود سوائے ذاتِ پاک کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور چند بار ذکر کرنے کے بعد دل میں یہ الفاظ دہرائیں کہ ”خداوندا میرا مقصود تو ہی ہے اور تو اپنی رضا، محبت اور معرفت عطا فرما۔“ اس کو بازگشت کہتے ہیں۔ لیکن اگر سانس روکیں تو چاہیئے کہ سانس کو طاق عدد پر گزاریں۔ اسی لئے اس ذکر کو وقوفِ عددی کہتے ہیں کیونکہ سالک اس کے عدد سے بھی واقف ہوجاتا ہے۔ اور جس وقت کہ سانس کو چھوڑیں، چاہیئے کہ اس کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ مِلالیا کریں۔

لطائف کی سیر

اور چاہیئے کہ ہر حال میں اُٹھتے، بیٹھتے، کھاتے، پیتے، ہر وقت و ہر لحظہ ذکر میں مشغول رہیں اور نگاہداشت اور وقوفِ قلبی کا شغل بھی رکھیں تاکہ باطن کا تصفیہ ہوجائے اور دل کی توجہ اور حضوری حق سبحانہ کی طرف پیدا ہوجائے۔ اس تصفیہ کی پہچان اہلِ کشف کے یہاں انوار کا ظاہر ہونا ہے اور ہر لطیفہ کا ایک علیٰحدہ نور ہے۔ قلب کا نور زرد ہے، روح کا سرخ، سِر کا سفید، خفی کا سیاہ، اور اخفیٰ کا سبز۔ یہ انوار پہلے اپنے باطن کے باہر مشاہدہ ہوجاتے ہیں، اِسی کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ اس کے بعد یہ تمام انوار اپنے باطن کے اندر محسوس ہوتے ہیں اور اسی کو سیر انفسی[28] کہتے ہیں۔

میں نے اپنے پیر دستگیرؒ کی زبانِ مبارک سے خود سُنا ہے کہ سیر آفاقی عرش کے نیچے ہی نیچے ہے اور سیر انفسی عرش سے بالا بالا ہے۔ یعنی اس وقت جبکہ قالب میں

[28] قال اللّٰہ تعالیٰ سَنُرِیْھِمْ اٰیَاتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِھِمْ (سورۃ فُصِّلَت (۴۱)، آیۃ ۵۳)۔ ”ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطرافِ عالم (آفاق) میں اور خود ان کی ذاتوں (انفس) میں دکھادیں گے“

سے لطائف اوپر آکر اپنی اصل کی طرف عروج کرتے ہیں حتیٰ کہ عرش تک پہنچ جاتے ہیں تو وہ سیر آفاقی ہے، اور جب عرش سے اوپر اُن میں جذبہ و عروج پیدا ہوتا ہے تو سیر انفسی شروع ہوتی ہے۔ جس شخص کو کشف ہوتا ہے وہ تو انوار کا مشاہدہ کرلیتا ہے اور اپنی سیر کو خود ہی معلوم کرلیتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں اکلِ حلال مفقود ہے، اس لئے کشفِ عیانی والے بہت کم پائے جاتے ہیں۔ اکثر طالب اس زمانے میں کشفِ وجدانی والے ہوتے ہیں۔ اور وجدان بھی کشف کی ایک قسم ہے۔ اور ان دونوں یعنی کشفِ عیانی اور کشفِ وجدانی میں فرق یہ ہے کہ کشفِ عیانی والا اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی جانب سیر کرتا ہے اور کشفِ وجدانی والا اگرچہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھتا لیکن اپنے ادراک سے احوال اور واردات کی تبدیلی معلوم کرلیتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہَوا نظر تو نہیں آتی لیکن ادراک میں محسوس ہوتی ہے۔

اگر کسی کو ادراکِ وجدانی سے بھی اپنے حالات کا علم نہیں ہوتا تو اس کو مقامات حاصل ہونے کی خوشخبری دینا طریقے کو بدنام کرنا ہے اور اس کی نسبت بدگمانی پھیلانا ہے۔

شغل دوم: مراقبہ

شغل دوم مراقبہ ہے۔ اور مراقبہ کا مطلب یہ ہے کہ مبدأ فیاض (اللہ تبارک و تعالیٰ) سے فیض کا انتظار کیا جائے اور اس فیض کے وارد ہونے کا اس کے مورد پر لحاظ کیا جائے۔ یعنی جب فیض حضرتِ حق کی جانب سے سالک کے کسی لطیفے پر وارد ہوتا ہے تو اس لطیفہ کو موردِ فیض کہتے ہیں۔ اسی واسطے حضرات مشائخ کرامؒ نے مراقبات میں

سے ہر ایک مقام کے مناسب ایک ایک مراقبہ معیّن فرمادیا ہے۔ چنانچہ دائرۂ امکان میں مراقبۂ احدیت کا امر فرمایا ہے۔ اس کا مطلب اس ذاتِ عالیہ کے مراقبے سے ہے جو کہ تمام صفاتِ کمالیہ کی جامع اور ہر ایک عیب و نقصان سے پاک و منزّہ ہے اور اسمِ مبارک اللّٰہ کا مسمیٰ و مصداق ہے۔ اور اس مراقبہ میں اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ اُس ذات پاک کا فیض لطیفۂ قلب پر وارد ہورہا ہے۔ اور ان مراقبات کو بغیر ذکر کے بھی کرتے ہیں لیکن خالی ذکر بغیر مراقبے کے مفید نہیں۔

شغل سوم: رابطہ

شغل سوم ذکرِ رابطہ ہے (اور اس کی کئی صورتیں ہیں)، یعنی اپنے شیخ کی صورت و شکل کو اپنی قوتِ ادراک (ذہن) میں رکھنا، یا اپنے دل کے اندر خیال میں رکھنا، یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت سمجھنا۔ اور جب یہ رابطہ مرید پر غالب آجاتا ہے تو ہر چیز میں اس کو شیخ کی صورت نظر آنے لگتی ہے۔ اس حالت کو "فنا فی الشیخ" کہتے ہیں اور یہ حالت اس ناچیز (حضرت مصنفؒ) پر ابتدا میں وارد ہوئی تھی، حتیٰ کہ عرش اعظم سے تحت الثریٰ تک اپنے شیخ کی صورت کو محیط پاتا تھا اور اپنی تمام حرکات و سکنات کو شیخ کی حرکات و سکنات جانتا تھا۔ بیت

در و دیوار چوں آئینہ شد از کثرتِ شوق
ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

ترجمہ
کثرتِ شوق سے دیوار و در آئینہ ہوئے
ہر جگہ تیری ہی صورت نظر آتی ہے مجھے

جاننا چاہیئے کہ تمام طریقوں میں رابطہ کا راستہ تمام راستوں کی نسبت بہت ہی نزدیک راستہ ہے اور عجائب و غرائب کے ظہور کا یہی ذریعہ ہے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فرماتے ہیں کہ

> ”بغیر رابطہ اور بغیر فنا فی الشیخ کے تنہا ذکر وصل تک نہیں پہنچاتا، لیکن تنہا رابطہ آدابِ صحبت کی رعایت کے ساتھ کافی ہوتا ہے۔“

ولایتِ صغریٰ

فصل: اربابِ قلوب کی سیر و سلوک کے بیان میں

لطائف

اہلِ دل حضرات کا سلوک دائرۂ امکان اور ولایتِ صغریٰ میں ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ اور آپ کے خلفاء کا معمول یہ ہے کہ وہ پہلے طالب کے لطائف میں ذکر کے القا کے لئے توجہ دیتے ہیں جس کا طریقہ یہ ہے کہ شیخ اپنے قلب کو طالب کے قلب کے مقابل رکھ کر حضرت حق سبحانہ سے التجا کرتے ہوئے اپنے مشائخ کے ذریعہ امداد چاہتے ہیں، کہ خداوندا جو انوارِ ذکر پیرانِ کبارؒ کے ذریعہ مجھ کو حاصل ہوئے ہیں وہ اس طالب کے قلب میں ڈال دے۔ اس طرح اس کے قلب کی طرف توجہ اور ہمت صرف کرتے ہیں کہ عنایتِ الٰہی سے چند ہی بار کی توجہ سے اس کے قلب میں حرکت پیدا ہوجاتی ہے۔ پھر اسی طرح اپنی روح کو طالب کی روح کے مقابل رکھ کر توجہ کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ پیرانِ عظامؒ کی ارواحِ شریفہ سے ذکر کا جو نور میرے لطیفۂ روح میں پہنچا ہے میں اس کو اس طالب کی روح میں القا کرتا ہوں۔ اور اسی طرح اس کے دوسرے لطائف پر بھی یعنی سِر، خفی، اخفیٰ، لطیفۂ نفس اور قالب میں متوجہ ہوکر ذکر کا القا کرتے ہیں۔

جمعیت و حضور

پھر جب تمام لطائف میں ذکر جاری ہوجاتا ہے تو نفی و اثبات کا ذکر تلقین کرکے جمعیت اور حضور کی نسبت کا القا کرتے ہیں۔ جمعیت سے مراد قلب کو خطرات سے دور کرکے چوکنّا رکھنا ہے اور حضور سے مراد قلب میں حضرتِ حق سبحانہ کی طرف توجہ پیدا کرنا ہے۔ جب طالب کے قلب میں جمعیت اور حضور پیدا ہوجائے تو شیخ طالب کے قلب کو اپنی ہمت اور توجہ سے فوق (اوپر) کی طرف جذب فرمائے (یعنی کھینچ لے جائے)۔ اور میں (مصنفؒ) نے اکثر طلباء کو دیکھا ہے کہ پہلے وہ جذب کا ادراک کرلیتے ہیں اور جس وقت قالب سے لطیفہ فوق کو آتا ہے تو وہ نسبتِ حضور حاصل کرلیتے ہیں۔

فتح الباب

پیرانِ عظامؒ اسی طرح سے ہر مقام کے فیض کے لئے کہ جس مقام میں توجہ کرنا چاہتے ہیں پہلے خود کو اس مقام کے رنگ میں رنگ لیتے ہیں پھر اس مقام کے فیض کو طالب کے باطن میں القا کرتے ہیں اور اس فیض کے مورد کا بھی لحاظ رکھتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کا دل کثرتِ علائق و عوائق [29] کی وجہ سے کوئلہ کی طرح سیاہ و بے نور ہوگیا ہے [30]، اسی وجہ سے وہ خود کو اور اپنی اصل کو بُھلا بیٹھا ہے۔ لیکن

---

[29] تعلقات اور رکاوٹیں

[30] عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَخْطَأَ خَطِيْئَةً نُكِتَتْ فِيْ قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِذَا هُوَ نَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ وَتَابَ سُقِلَ قَلْبُهُ وَإِنْ عَادَ زِيْدَ فِيْهَا حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهُ وَهُوَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ"۔ جامع الترمذي، كتاب تفسير القرآن (۴۷)، حديث 3654۔ ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

جب طالبِ صادق حُسنِ عقیدت کے ساتھ شیخِ کامل کی صحبت میں آتا ہے تو شیخ توجہ دے کر ذکر کا طریقہ تلقین کرتا ہے اور اس کے حق میں اپنی توجہ استعمال کرتا ہے تو اس کی توجہات کی برکت سے اس کے قلب میں ذکر کا نور پیدا ہوتا ہے اور وہ سیاہ کوئلہ روشن ہوجاتا ہے، اور جب ذکر کے نور سے اس کا تمام قلب منوّر ہوجاتا ہے [31] تو نور کا شعلہ اس کے قلب سے بلند ہوتا ہے۔ اس چیز کو طریقۂ مظہریہ میں فتح الباب کے نام سے موسوم کرتے ہیں، اور پہلی بشارت جو طالب کو دی جاتی ہے وہ یہی فتحِ باب کی ہوتی ہے۔ اس وقت وہ قلب جو اپنی اصل سے غافل ہوچکا تھا پھر اپنی اصل کو یاد کرنے لگتا ہے اور اپنے فوق کی جانب متوجہ ہوجاتا ہے اور شعلۂ نور اس قدر بلند ہونے لگتا ہے کہ قالب میں سے باہر آجاتا ہے، اور یہی مطلب ہے اُن کے اس قول کا کہ لطیفہ قالب سے برآمد ہو۔ اسی طرح آہستہ آہستہ اپنی اصل کی جانب کہ جو فوق العرش ہے سیر کرتا ہے اور شیخ کی صحبت کی برکت سے طالب کے لطائف کو جذباتِ قویہ حاصل ہونے لگتے ہیں۔

وَسَلَّمَ نے فرمایا بیشک جب کوئی بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگادیا جاتا ہے، پھر اگر وہ اسے ترک کردے یا استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے، اور اگر دوبارہ گناہ کرے تو سیاہی بڑھادی جاتی ہے، یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے دل پر چھا جاتی ہے، اور یہی وہ "ران" (زنگ) ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے: ترجمہ: "ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان اعمالِ (بد) کا زنگ چڑھ گیا ہے جو وہ کمایا کرتے تھے" (سورۃ مطففین (۸۳)، آیۃ ۱۴)۔

[31] عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَّ ان صِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ۔ الترغیب، حدیث رقم ۲۲۹۵۔ ترجمہ: عبداللہ بن عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے ہر چیز کا صیقل (صفائی) ہے اور دلوں کا صیقل (صفائی) ذکرِ الٰہی ہے۔

لیکن سیر میں تیزی یا دھیماپن جیسا کہ میں سمجھا ہوں شیخ کی توجہات کی کثرت یا کمی پر موقوف ہے۔ اگر شیخ کی توجہات طالب کے حق میں زیادہ ہوں تو طالب کی سیر میں تیزی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اگر شیخ کی توجہات کم ہوں تو سیر بھی ویسی ہی ہوجاتی ہے۔

طالبوں کی استعداد و لیاقت بھی مختلف ہوتی ہیں۔ بعض بہت استعداد رکھتے ہیں کہ ذرا سی توجہ سے آگ کی لپٹ کی طرح بلند ہوجاتے ہیں (اور اس قدر تیزی کے ساتھ اڑتے ہیں) کہ ان کی سیر کی تیزرفتاری میں ہر ایک شخص کی نظر کام نہیں کرسکتی۔ اور بعض لوگ اپنی استعداد میں سست ہوتے ہیں مگر گرتے پڑتے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ ہی جاتے ہیں۔ غرض کہ اس طریقہ (نقشبندیہ) میں خصوصیت کے ساتھ طالب کے لئے شیخ کی صحبت بہت ضروری ہے کہ اس کے بغیر اس راہ میں کوشش کا پاؤں لنگ ہوجاتا ہے اور اپنی ریاضت یا مجاہدہ کام نہیں آتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔

جذبہ اور سلوک

جیسا کہ میں نے اپنے شیخ و امام، میری جان و دل ان پر فدا ہو، کی صحبت میں بارہا تجربہ کیا ہے، وہ توجہ کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس طریقے میں جذبے کو سلوک پر مقدم کرنے کی وجہ سے راستے میں ایک طرح کی سہولت پیدا ہوگئی ہے۔ کیونکہ چلنے اور لے جانے میں بہت ہی بڑا فرق ہے۔ اور تمام سلوک کا خلاصہ کہ جس سے مراد دس مشہور مقامات کو طے کرنا ہے یعنی توبہ، انابت، زہد، ریاضت، ورع، قناعت، توکل، تسلیم، صبر اور رضا، یہ سب اسی کے ضمن میں طے ہوتے ہیں۔

میں اپنے پیروں کے قربان جاؤں کہ ہم جیسے گھٹیا اور کم استعداد لوگوں کے لئے

کیسی آسان راہ مقرر فرمائی ہے۔ یہ احسان دراصل حضرت شاہ نقشبند [32] رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْہُ کا ہے کہ آپ نے پندرہ روز تک بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر اور سر بسجدہ ہو کر دعا کی تھی اور عرض کیا تھا کہ بارِ الٰہا مجھ کو ایسا طریقہ عطا فرما کہ جس سے تیرا وصل حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو ایسا طریقہ عطا فرمایا جو سب طریقوں سے زیادہ نزدیک اور آسان ہے اور ضرور اُس تک پہنچانے والا ہے (یعنی وصل حاصل ہوجاتا ہے)۔

لیکن شیخ کامل اور مکمل ہونا چاہیئے کہ اس کا ظاہر پوری طرح حضور انور صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی متابعت رکھتا ہو اور اس کا باطن غیر اللہ سے رشتہ توڑ کر اور بے تعلق ہو کر حضرتِ حق سبحانہ کے دوامِ حضور سے مشرف ہو، ورنہ پھر اس طریقے میں گناہ اور کیا ہے۔

جذبات اور واردات

جاننا چاہیئے کہ اکابرِ نقشبندیہ رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ نے اپنے کام کی بنیاد جمعیت اور حضور پر رکھی ہے۔ اسی واسطے رطب و یابس [33] پر ہاتھ نہیں ڈالتے، غیبی شکل و صورت پر توجہ نہیں دیتے، کشف اور انوار پر چنداں اعتبار نہیں کرتے، اور طالب کو چار چیزوں کے اصول پر رغبت دلاتے ہیں، یعنی جمعیت، حضور، جذبات اور واردات۔ (اول الذکر دونوں کے معنی اوپر بیان ہوچکے ہیں، موخر الذکر دو کے معنی یہ ہیں) لطائف کی کشش جو فوق کی طرف ہوتی ہے اس کو جذبات کہتے ہیں، اور واردات سے

---

[32] حالات کے لئے دیکھئے صفحہ 10 حاشیہ 26

[33] رطب و یابس یعنی گیلا اور خشک

مراد وہ حال ہے جو فوق سے قلب پر وارد ہوتا ہے اور قلب اس کی برداشت سے عاجز ہوجاتا ہے۔ فوق کی جہت اس جہت کی توجہ کی مشق کی بنا پر ہے کہ عادۃً فوق ہی کی طرف توجہ کی جاتی ہے، ورنہ اللہ تبارک و تعالیٰ جہات و اطراف سے بالکل پاک و مبرا ہے، اُس کو دائرۂ جہات و اطراف سے باہر ڈھونڈنا چاہیئے۔

اور انھیں واردات کو اس طریقہ نقشبندیہ میں عدم اور وجودِ عدم بھی کہا جاتا ہے۔ پہلے تو یہ واردات سالک پر کبھی کبھی بلکہ ایک ایک ماہ کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اور رفتہ رفتہ کثرت پیدا کرلیتے ہیں۔ پھر ہر ہفتہ اور ہر روز بلکہ ایک روز میں کئی کئی بار حتی کہ متواتر ہونے لگتے ہیں اور واردات کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ جیسا کہ اس طریقے کے بزرگوں نے فرمایا ہے۔ بیت

وصلِ اَعدام گر توانی کرد
کارِ مردان مردوانی کرد

ترجمہ
گر عدم کا وصال بن جائے
کارِ مرداں اسی کو کہتے ہیں

فنائے قلب

اس سے اشارہ اسی حالت کے متعلق ہے اور یہی عدم و وجودِ عدم جذبے کے جہت میں فنا اور بقا ہے۔ لیکن فنائے قلب اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ غیر اللہ کے علم اور محبت سے سینہ پاک ہوجائے اور غیر کا خطرہ تک بھی اس کے دل میں نہ گذرے۔ بیت

خیالِ ماسوا از دل بروں کن
گذر از چوں و حبّ بے چگوں کن

ترجمہ
دور کر تو دل سے غیر اللہ کو
بے چگوں کے حب میں چوں سے دور ہو

افعالِ الٰہیہ کی تجلیات میں فنائے قلب حاصل ہوتی ہے، یعنی غیر اللہ کے افعال کو حضرتِ حق سبحانہ کے فعل کا اثر خیال کرنا۔ جب یہ دید و خیال طالب پر غالب آجاتا ہے تو نہ صرف عالمِ امکان کی ذات و صفات بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا مظہر بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ بیت [34]

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت
لا جرم عینِ جملہ اشیا شد

ترجمہ
اس کی غیرت سے غیر ہے ناپید
عین ہر چیز ہوگیا ہے وہ

اور توحیدِ وجودی والے خود کو اور تمام عالم کو (اپنے دل و دماغ سے) فنا کرکے اللہ تعالیٰ کے وجود کے سمندر میں غوطہ زن ہوگئے۔ بیت

[34] دیوانِ اشعار، حضرت مولانا فخر الدین ابراہیم عراقی قُدِّسَ سِرُّہٗ (ف ۶۸۸ھ)، مشہور فارسی شاعر اور صوفی بزرگ۔ مولانا رومی کے ہمعصر تھے اور ان کی محفلوں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ شیخ صدر الدین قونویؒ کے شاگرد تھے۔ آپ کی کتابوں میں دیوانِ اشعار، عشاق نامہ اور لمعات ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے ان کی کتاب لمعات کی شرح بھی لکھی ہے۔

ز سازِ مطربِ پرسوز ایں رسید بگوش
کہ چوب و تار و صدائے تنن تنن ہمہ اوست

ترجمہ
مطرب پُرسوز نے آواز دی
چوب و تار و نغمہ سب کچھ ہے وہی

اور اسی کو "فنا فی اللہ" کہتے ہیں۔ اور سالک جب اس سمندر بے کنار میں غوطہ لگاتا ہے تو اُس کی بصیرت سوائے مشہود کے کوئی اور چیز نہیں پاتی، اور جہاں کہیں بھی اس کی نظر جاتی ہے اس کے دریا اور اس کی لہروں کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا، بلکہ خود کو بھی اسی سمندر کا ایک قطرہ سمجھتا ہے اور انتہائی استغراق کی وجہ سے قطرے کا یہ امتیاز بھی اٹھ جاتا ہے۔ بیت

جوئے ایں دریا توئی نیکو بجوئے
انفکا کے نیست در دریا و جوئے

ترجمہ
تو ہے سر چشمہ ندی کا اس لئے
ہو نہیں سکتی ندی تجھ سے جُدا

حضرت شیخِ اکبر ابن العربی [35] قُدِّسَ سِرُّہٗ اس طائفہ علیہ کی سند میں فرماتے ہیں:
شعر

[35] حضرت شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ اندلس (حالیہ اسپین) میں ۵۶۰ھ میں پیدا ہوئے، اور دمشق میں ۲۸ ربیع الثانی ۶۳۸ھ کو وصال فرمایا۔ صوفیائے کرام میں آپ کا بلند مقام ہے اور آپ وحدت الوجود کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں "فتوحاتِ مکیہ" اور "فصوص الحِکم" مشہور ہیں۔

اَلْبَحْرُ بَحْرٌ عَلٰى مَا كَانَ فِيْ قِدَمٍ
اِنَّ الْحَوَادِثَ اَمْوَاجٌ وَّ اَنْهَارٌ

فَلَا يَحْجِبَنَّکَ اَشْكَالٌ تُشَاكِلُهَا
عَمَّنْ تَشَكَّلَ فِيْهَا وَ هِيَ اَسْتَارٌ

ترجمہ

بحر اب بھی ہے کہ جیسا تھا عہدِ قدم میں
کیا اس کی لہریں، نہریں، حوادث نہیں سبھی؟

اشکال جن میں تو متشکّل ہو، ہیں حجاب
لیکن نقابِ روئے حقیقت نہ ہوں سبھی

ابن العربی رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ قطعہ

لَا اٰدَمُ فِي الْكَوْنِ وَ لَا اِبْلِيْسٌ
لَا مُلْکُ سُلَيْمَانَ وَلَا بِلْقِيْسٌ

فَالْكُلُّ عِبَارَةٌ وَّ اَنْتَ الْمَعْنٰى
يَا مَنْ هُوَ لِلْقُلُوْبِ مِقْنَاطِيْسٌ

ترجمہ

آدم جہاں میں ہے نہ ابلیس ہے کوئی
ہے ملک سلیمان کا، نہ بلقیس ہے کوئی

یہ سب عبارتیں ہیں مگر میرے دلستاں
تو ہی فقط ہے معنی و مفہومِ کُل جہاں

حضرت مغربی[36] رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَیْہِ **فرماتے ہیں: غزل** [37]

ز دریا موجِ گوناگوں برآمد
ز بیچونی برنگِ چوں برآمد

گہے در کسوتِ لَیلیٰ فروشد
گہے در صورتِ مجنوں برآمد

چو یار آمد ز خلوتخانہ بیروں
ہموں نقشِ دروں بیروں برآمد

ازیں دریا بدیں امواج ہر دم
ہزاراں گوہرِ مکنوں برآمد

بصد دستاں بکامِ داستاں شد
بصد افسانہ و افسوں برآمد

بدیں کسوت کہ می بینیش اکنوں
یقیں مے داں کہ او اکنوں برآمد

چو شعرِ مغربیؒ در ہر لباسے
بغایت دلبر و موزوں برآمد

ترجمہ
سمندر سے بہت لہریں اٹھی ہیں
جو بیچونی سے چوں میں آگئی ہیں

[36] شیخ محمد شیرین شمس مغربیؒ (ف ۱۴۰۸)
[37] دیوانِ شمس مغربی، مطبوعہ بمبئی، ۱۳۰۵ھ، صفحہ ۴۵

کبھی لیلیٰ کی صورت سے عیاں ہیں
کبھی مجنوں کی صورت میں چھپی ہیں

ہویدا جب ہوا خلوت سے وہ دوست
تو جلوت میں وہ شکلیں آرہی ہیں

اسی دریا میں ان لہروں سے ہر دم
ہزاروں سیپیاں پیدا ہوئی ہیں

کبھی سو قصّے ان سے بہرِ احباب
کبھی سو داستانیں بن گئی ہیں

غرض یہ جلوے جس جامہ میں دیکھو
یقیں جانو، نقوشِ دلبری ہیں

یہ جلوے بھی، کلامِ مغربیؒ بھی
لباسِ دلبری و دل کشی ہیں

جب اس مرتبے کی فنا اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو عطا کردہ وجود سے اس کو موجود کرکے اپنی طرف سے اسے بقا عطا فرماتے ہیں۔ پھر سالک خود کو سب میں اور سب کو خود میں مشاہدہ کرتا ہے اور تمام عالم کو اپنے جمال کے آئینہ میں دیکھتا ہے اور ذوق و شوق کی شدت میں یہ اشعار پڑھنے لگتا ہے۔ غزل [38]

چوں بنگرم درآئینه عکسِ جمالِ خویش
گردد ہمه جهاں بحقیقت مصوّرم

[38] فخر الدین ابراہیم عراقیؒ (ف ۶۸۸ھ)، دیوانِ اشعار، قصیدہ ۱۶

خورشید آسمانِ ظہورم عجب مدار
ذرّاتِ کائنات اگر گشت مَظہرم

ترجمہ

خود اپنا حسن آئینے میں دیکھتا ہوں میں
عالم تمام خانۂ تصویر ہے مجھے

خورشید ہوں مظاہرِ عالم میں، کیا عجب
ذراتِ کائنات بھی مظہر بنیں مرے

غزل [39]

عشقم که در دو کون و مکانم پدید نیست
عنقاءِ مغربم که نشانم پدید نیست

ز ابرو و غمزه ہر دو جہاں صید کرده ام
مُنکر بداں که تیر و کمانم پدید نیست

گویم بهر زباں و بهر گوش بشنوم
ایں طرفه تر که گوش و زبانم پدید نیست

ترجمہ

وہ عشق ہوں کہ دونوں جہاں میں نہ آسکے
عنقا ہوں جس کا کوئی نشاں تک نہ پاسکے

ابرو سے، ناز سے میرے دنیا ہوئی شکار
کوئی پتا نہ تیر و کماں کا بتاسکے

ہر مُنھ سے بولوں اور میں ہر کان سے سُنوں
لیکن کوئی نہ کان نہ مُنھ کو بتاسکے

[39] فخر الدین ابراہیم عراقیؒ (ف ۶۸۸ھ)

دائرہ ولایتِ صغریٰ

جاننا چاہئے کہ توحیدِ وجودی، ذوق و شوق، اسرارِ معیت کا ظہور، آہ و نعرہ، بے خودی و استغراق، سماع و رقص، وجد و تواجد، یہ سب لطیفۂ قلب کی سیر سے متعلق ہیں اور قلب پہلے پہل دائرۂ امکان میں سیر کرتا ہے اور اسی دائرے کے احوال میں یہ چیزیں آتی ہیں، یعنی جذب، حضور، جمعیت، واردات، کشفِ کونی، کشفِ ارواح، کشفِ عالمِ مثال، اور عالمِ مُلک کی سیر سے مراد تحتِ افلاک ہے۔ اور ملکوت (کہ جس سے مراد عالمِ ملائکہ، ارواح، بہشت اور وہ جو آسمانوں کے اوپر ہے) سب دائرہ امکان میں داخل ہے، بلکہ اس دائرے کے نیچے والے نصف حصہ میں یہی شعبدے نظر آتے ہیں اور اسی کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ بلکہ کمالِ حضور، جمعیت اور جذباتِ قویہ دائرۂ ثانی میں حاصل ہوتے ہیں کہ جس سے مراد تجلیاتِ افعالِ الٰہیہ کی سیر ہے اور اسماء و صفات کے ظلال کی سیر بھی ہے۔ اور اس کو دائرہ ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔

اور دائرۂ امکان کے نصف حصۂ عالی کا جو فوق العرش ہے کیا حال ظاہر کرے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے ناقص صوفیوں نے اس مقام کو تنزیہ و لامکانیت کی وجہ سے ذات و صفات کا مرتبہ خیال کرلیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ استوا علی العرش کا راز اسی مقام کے گہرے اسرار میں سے ہے، اور یہ صوفیوں کی غلطیوں میں سے ہے۔ اس نصف دائرے میں کہ فوقِ عرش ہے سیر انفسی ہوا کرتی ہے۔ بلکہ سیر انفسی پوری طرح ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں ظاہر ہوتی ہے جو توحید اور اسرارِ معیّت کے ظہور کا مقام ہے۔

امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند[40] رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ بھی فنا اور بقاء کے بعد دیکھتے ہیں اپنے ہی اندر دیکھتے ہیں اور جو کچھ بھی پہچانتے ہیں اپنے ہی اندر پہچانتے ہیں اور ان کی حیرت بھی اپنے ہی نفسوں میں ہوتی ہے۔ وَ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۝[41] (اور تمہارے نفسوں میں، پس کیا نہیں دیکھتے ہو تم) اسی کی طرف مشیر ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ بیت

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست
با تو در زیر گلیم ست ہر چہ ہست

ترجمہ
مثل نابینا نہ ہر جانب ٹٹول
تیری کملی میں ہے سب کچھ تیرے پاس

ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں قلب کی رسائی کی پہچان یہ ہے کہ فوق کی توجہ مضمحل (نیست و نابود) ہوجاتی ہے اور چھ طرفوں کا احاطہ کرلیتی ہے اور حضرتِ حق سبحانہ کی معیتِ بے کیف کو ادراکِ بے کیف کے ساتھ اپنے آپ کا اور تمام عالم کا محیط تصور کرتی ہے۔ اور بعضوں کو تو توحیدِ وجودی کے اسرار بھی اسی میں حاصل ہوجاتے ہیں۔ اور توحیدِ توجودی کے اسرار کا منشاء یہ ہے کہ عبادات و مجاہدات کی کثرت سے اور پسندیدہ چیزوں کے ترک سے اور ذکر و فکر کے دوام اور ہمیشگی کے باعث محبوبِ حقیقی کی طرف عشق و محبت کا غلبہ پیدا ہوتا ہے اور دل میں جذبہ اور توجہ اسی ذاتِ اقدس کی جانب موجزن ہوجاتا ہے۔ اور یہ مجاہدات اور پسندیدہ چیزوں کا ترک جو حضور انور

[40] حالات کے لئے دیکھئے صفحہ 10 حاشیہ 26
[41] سورۃ الذاریات (۵۱)، آیۃ ۲۱

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی اتباع کے مطابق ہوتا ہے غیر اللہ کے تعلق سے باطن کو پاک کر دیتا ہے اور آئینۂ دل کو غفلت اور لالچ کے زنگ سے صاف کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ باطن میں اسماء و صفاتِ واجبی کے عکوس و ظلال نظر آنے لگتے ہیں۔ اور چونکہ بے چارہ سالک اور دلدادۂ عاشق کہ جس نے بے دیکھے محبوب سے عشق کیا ہوتا ہے ان عکوس و ظلال کو عین محبوب خیال کرلیتا ہے تو سُکریہ کلمات برخلافِ شریعت زبان پر لاتا ہے اور اپنے محبوب کی صورت کو اپنے باطن کے آئینے میں دیکھ کر بیخود و مدہوش ہوجاتا ہے اور وصال کا خیال کرنے لگتا ہے۔ حافظ شیرازیؒ [42] فرماتے ہیں۔

عکس روئے تو چو در آئینۂ جام افتاد
عارف از پرتو مَی در طمعِ خام افتاد

ترجمہ
جام کے آئینے میں عکس جو چہرے کا پڑا
ہنس پڑی مَے، دلِ عارف میں گماں اور ہوا

اور چونکہ تشنگی (پیاس) کی شدت کی وجہ سے ظل (سایہ) اور اصل میں وہ فرق نہیں کرسکتا تو خواہ مخواہ اس کے وجود سے اتحاد اور عینیت کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ بیت

چوں عکسِ رخِ دوست در آئینہ عیاں شد
بر عکسِ رخِ خویش نگارم نگراں شد

ترجمہ
آئینہ دیکھ اپنا سا مُنھ لے کے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا (غالب)

[42] حضرت خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ ولادت تقریباً ۷۲۸ھ، وصال ۷۹۲ھ۔ فارسی کے مشہور شاعر اور صوفی بزرگ تھے۔ شیراز میں پیدا ہوئے اور وہیں مدفون ہیں۔

اور اس دید کا غلبہ اس حد تک ہوجاتا ہے کہ تعین اور تشخص بھی سالک کی نظر سے اٹھ جاتا ہے اور اس کے باطن سے سُبْحَانِيْ (پاک ہوں میں) اور اَنَا الْحَقّ (میں حق ہوں) کی آواز آنے لگتی ہے اور جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے کہ "اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ" [43] (میں اپنے بندے کے ظن کے ساتھ ہوں)، اس کے ظن کے مطابق اس کے ساتھ معاملہ فرماتے ہیں۔ چونکہ اس حال والا اپنے سے اور اپنی حاجتوں سے فنا ہوچکتا ہے، اس لئے طعن اور ملامت سے بالکل پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کے مجذوبوں میں اور اولیاء کرامؒ کے زمرے میں داخل ہے۔

جاننا چاہئے کہ دائرہ ثانی میں قلب کی رسائی سے پہلے (کہ وہ توحید کے ظاہر ہونے کا مقام ہے) توحید کی بات کرنا اور وحدتِ وجود کا اعتقاد رکھنا شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ انبیاء عَلَیْہِ السَّلَامُ نے توحیدِ وجودی کے لئے دعوت نہیں دی ہے بلکہ احکامِ شریعت کیلئے جو کتاب و سنت پر موقوف ہیں۔ اور باطل معبودوں کی نفی بھی کرتے ہیں اور عبادت کے لئے صرف معبودِ حقیقی کو یگانہ قرار دیتے ہیں اور عوام وحدتِ وجود کے مراقبہ کا دھیان کریں تو دنیا اور آخرت کے خسارے کے علاوہ انھیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مشائخِ وقت کو اللہ تعالیٰ فہمِ انصاف عطا فرمائے کہ وہ ایسے ملحدانہ عقائد اپنے مریدوں کو تلقین نہ کریں اور ان بے چاروں کو صراطِ مستقیم سے منحرف نہ کریں۔ "ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا ضَاعُوْا فَاَضَاعُوْا" (گمراہ ہوئے آپ پھر خلقت کو گمراہ کیا، پہلے خود ضائع ہوئے پھر خلقت کو ضائع کیا)۔ بیت

بے خردے چند ز خود بے خبر
عیب پسندند بزعمِ ہنر

[43] صحیح بخاری، کتاب التوحید، حدیث ۱۳۰۔ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، حدیث ۱

باد شوندار بچراغے رسند
دُود شوندار بدماغے رسند

ترجمہ
بے وقوفی اپنی بے وقوفی ہے
عیب ہی کو ہنر سمجھ بیٹھے

بن گئے وہ ہَوا دِیے کے لئے
درد سر کے لئے دھنواں ٹھہرے

جاننا چاہئے کہ بعض سالکوں کو دائرۂ امکان کے طے کرنے سے پہلے بلکہ لطیفۂ قلب سے باہر آنے سے پہلے ایک حالت مثل توحیدِ وجود یا ہمہ اوست کے ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ مراقبۂ توحیدِ وجودی کے تخیل سے ان کی قوتِ متخیلہ میں توحید کی صورت منقّش ہوجاتی ہے اور جب یہ تخیل غلبہ کرتا ہے تو وہ بے تحاشا توحید کی باتیں کرنے لگتے ہیں خصوصاً سماع اور دلکش آواز کے سننے کے وقت، کیونکہ دلکش آواز اور نغمہ کے تار سے جب ان کے قلب میں گرمی اور ذوق و شوق پیدا ہوجاتا ہے تو وہ لوگ زیادہ بیباک ہوجاتے ہیں اور توحید کے اشعار سن کر خود کو ان اشعار کے کہنے والوں کا ہم حال سمجھنے لگتے ہیں اور نہیں جانتے کہ ایسے احوال والوں کے لئے بھی آداب و شرائط ہیں جو ان میں موجود نہیں، ان کے اہم ترین شرائط میں سے ایک سب سے بڑی شرط سنتِ سَنیہ (صحیحہ) کی پیروی اور بدعتِ ناپسندیدہ سے پرہیز ہے۔ پہلے زمانے کے بزرگوں کی حکایات پرہیزگاری اور تقویٰ میں مشہور ہیں۔ کچھ لوگوں کو عنصرِ ہوائی کی سیر حاصل ہوجاتی ہے، چونکہ اس عنصر میں لطافت زیادہ ہوتی ہے جو ممکنات کے تمام ذرات میں سرایت کئے ہوئے ہے اس لئے وہ ان کو وجودِ حق سمجھ لیتے ہیں اور

توحیدِ وجودی کی باتیں زبان پر لانے لگتے ہیں اور نہیں جانتے کہ یہ سیر تو دائرہ امکان میں داخل ہے اور توحیدِ وجودی کا مقام اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد ہے۔ اور بعض لوگوں کو عالمِ ارواح کے انکشاف و ظہور کی وجہ سے اور عالمِ اجسام کی نسبت ظاہر ہونے سے اور عالمِ اجسام پر اس کے احاطہ کرلینے سے خیال ہوتا ہے کہ وہی جہان کا قیوم (نگہبان) ہے اور اسی کو وہ (نعوذ باللہ) خدا سمجھ پر پرستش کرنے لگتے ہیں۔ اس مقام پر بعض اکابر کو بھی دھوکا ہوا ہے۔ حضرت سلطان العارفین [44] (حضرت بایزید بسطامی) قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر پوجتا رہا۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت ان کے شاملِ حال ہوئی تو اس مقام سے اُن کو ترقی حاصل ہوئی اور وہ اس دھوکے کو سمجھ گئے۔

جاننا چاہیے کہ روح درحقیقت عالمِ امکان سے ہے مگر لامکانیت سے تعلق ضرور رکھتی ہے اور بے چونی کا رنگ بھی رکھتی ہے لیکن بیچونِ حقیقی کی بہ نسبت یہ چوں کی قسم اور حق سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالیٰ کی مخلوقات میں سے ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور ان اشتباہات کی تحقیق و تفصیل حضرت مجدد الف ثانی رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ کے مکتوباتِ شریفہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ مذکور ہے (وہاں ملاحظہ کریں)۔ راقم (مصنفؒ) کہتا ہے کہ اس عاجز کو بھی چند سال تک اسی قسم کے مغالطے ہوگئے تھے

---

[44] حضرت سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ۔ وصال ۲۶۱ھ۔ ایک عظیم الشان صوفی بزرگ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ میں سے ہیں۔ اصل نام طیفور بن عیسیٰ ہے۔ حضرت جنید بغدادی قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فرمایا کہ بایزید ہمارے درمیان اس طرح ہیں جس طرح ملائکہ میں حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ اولیاء اللہ میں آپ کو سلطان العارفین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے روحانی اویسی طور پر سیدنا امام جعفر صادق عَلَیْہِ السَّلَامُ سے فیض حاصل کیا۔

اور توحید کے مقام پر پہنچنے سے پہلے شریعت کے خلاف بعض باتیں منہ سے نکل جاتی تھیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ (میں اللہ سے معافی چاہتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں)۔

توحیدِ وجودی کے مراتب

جاننا چاہئے کہ وہ صوفیہ جو توحیدِ وجودی کا احوال رکھتے اور وحدتِ وجود کے قائل ہیں اس وجود کے پانچ مراتب متعین کرتے ہیں ان کو "حضراتِ خمس" بھی کہتے ہیں۔

۱۔ پہلا مرتبہ جو محض احدیت پر متعین ہوا ہے اسے وحدت کا پہلا تعین کہتے ہیں اور اس مرتبہ یا مقام پر پہلے تعین کا اثبات کرتے ہیں جو علمی اور اجمالی تعین ہے۔ اس مرتبے کو تعینِ اول اور حقیقت الحقائق اور حقیقتِ محمدی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اور مرتبۂ لاہوت بھی کہتے ہیں۔

۲۔ اور دوسرے مرتبہ کو واحدیّت اور تعینِ ثانی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو حق سُبْحَانُهٗ تَعَالٰی کے اسماء و صفات کی تفصیل کا مرتبہ، اور حقائق جمیعِ ممکنات کا مرتبہ اور مرتبۂ جبروت بھی کہتے ہیں۔ اور ان دونوں تعین کو مراتبِ وجوب میں شمار کرتے ہیں۔

۳۔ اور تیسرے مرتبہ کو عالمِ ارواح یا ملکوت کہتے ہیں۔

۴۔ اور چوتھے کو عالمِ مثال کا مرتبہ دیتے ہیں۔

۵۔ اور پانچویں کو عالمِ اجسام یا ناسوت کا مرتبہ قرار دیتے ہیں۔

اور ان تینوں موخر الذکر مراتب کو مراتبِ امکانی کہا گیا ہے۔ اور ایک مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبے کے احکام ثابت کرنا ان کے نزدیک زندقہ سمجھا گیا ہے۔

بیت

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظِ مراتب نہ کنی زندیقی

ترجمہ

ہر مرتبے کا حکم جدا ہے وجود میں
قائم نہیں جو فرق تو زندیقیت ہے وہ

یعنی ایک مرتبے کا نام اور حکم دوسرے مرتبے کے لئے مقرر کرنا صریح کفر ہے۔ مثلاً ناسوت کے مرتبہ کا نام انسان ہے اور اس کا حکم عجز و نیاز اور عبادت کرنا ہے، اور وحدت کے مرتبے کا نام اللہ ہے اور اس میں بے پروائی، بے نیازی اور معبودیت کا حکم عائد ہے، تو ان دونوں کے نام اور حکم کو ایک بنادینا صوفیۂ محققین کے نزدیک کفر اور ارتدادِ محض ہے۔ خوب سن لو کہ اگر ان پانچوں مراتب کو غور و تامل اور گہری نظر سے دیکھو گے تو یہ سب کے سب ولایتِ صغریٰ ہی کے دائرے میں داخل نظر آئیں گے۔ اور علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ کیونکہ جب لطائفِ خمسہ کی تفصیلی سیر واقع ہوتی ہے تو ان کا گذر پہلے دائرہ امکان میں ہوتا ہے اور عالمِ اجسام، عالمِ ارواح و عالمِ ملکوت، و عالمِ مثال جو سب کے سب دائرۂ امکان میں داخل ہیں سالک کے لئے مشاہدہ میں آجاتے ہیں۔ پھر اس دائرے کے طے کرنے کے بعد چونکہ لطائف کو عروج ہوگا تو سالک اس عروج کے وقت ولایتِ صغریٰ میں قدم رکھے گا۔ اور اسی دائرے میں اسماء و صفات کے ظلال کی سیر ہوتی ہے اور یہ ظلال سالک کی نظر میں اسماء و صفات

کا عین دکھائی دیں گے۔ اور چونکہ ہر دائرہ اپنے مبدأ کے نقطے سے بڑھتا ہے اور سیر تفصیلی قطع کرنے کے بعد اس نقطۂ اجمالی پر جب نظر پڑے گی تو اس نقطہ کو حقیقتِ محمدی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اور تعینِ اول (جو تعین علمی ہے) سمجھے گا، اور اس نقطے کے فوق میں ذاتِ محض اور احدیتِ مجردہ خیال کرے گا۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ (اللہ تعالیٰ تو اس سے کہیں بڑھ کر ہے)۔ بیت

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

ترجمہ
اٹھا لے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

جاننا چاہئے کہ اسماء و صفات کے ظلال کا یہ دائرہ تمام ممکنات کے تعینات کا مبداء ہے لیکن انبیاء عَلَیْھِمُ السَّلَامُ اور ملائکہ کرام اس سے مستثنٰی ہیں۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ افرادِ عالم کے ہر ہر فرد کو بارگاہِ الٰہی سے پے در پے اور متواتر نو بہ نو فیوضات پہنچتے رہتے ہیں جیسے وجود و حیات اور دیگر بہت سی نعمتیں جن کی تعداد احاطۂ بشری سے خارج ہے۔ اور یہ تمام فیوض صفات اور ان کے ظلال کی وساطت سے مخلوقات اور ذاتِ حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں۔ اگر یہ اسماء و صفات نہ ہوتے تو یہ عالم جو محض معدوم تھا وجود نہ پاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتِ حق سبحانہ کی ذات پاک جو کمال استغنا اور بے پروائی کے ساتھ موصوف ہے اس کو عالم کے ساتھ فی حدِّ ذاتھا تو کسی قسم کی بھی مناسبت نہیں ہے۔ ”اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ“ [45] (بیشک اللہ تعالیٰ

[45] سورۃ العنکبوت (۲۹)، آیۃ ۶

تمام عالموں سے بے نیاز ہے)۔ پس دنیا کے ہر شخص کو اشخاصِ عالم میں سے صفات کے غیر متناہی ظلال میں سے کسی ایک ظل سے فیوض و کمالات حاصل ہوتے ہیں۔ اس ظل کو اس شخص کے تعین اور حقیقت کا مبدأ کہتے ہیں اور اس کا عین ثابتہ بھی کہتے ہیں۔ صوفیہ کرامؒ کا یہ قول "اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ بِعَدَدِ اَنۡفَاسِ الۡخَلَائِقِ" (اللہ تعالیٰ کی طرف موصل راستے انفاسِ خلائق کے شمار کے برابر ہیں) انہی ظلال کی طرف اشارہ ہے۔

لطائف کے مشارب

اور لطائفِ خمسہ میں سے جب کوئی لطیفہ ولایتِ صغریٰ کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے تو اپنے اصل اور اپنی حقیقت میں فانی اور نیست و نابود ہوکر اس اپنی حقیقت کے ساتھ اُسے بقا حاصل ہوتی ہے۔ پس لطیفۂ قلب کی فنا تجلئ فعلی میں ہوتی ہے، اور ایسے وقت میں خود کے افعال اور مخلوقات کے افعال اس کی نظر سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں اور بجز ایک فعلِ فاعلِ حقیقی کے اس کی نظر میں اور کچھ بھی نہیں آتا۔ اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت ابو البشر آدم عَلَیۡہِ السَّلَامُ کی ولایت کہتے ہیں۔ پس وہ سالک جو ولایت کی اس راہ سے اپنے مقصد میں داخل ہوتا ہے اس کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔

اور لطیفۂ روح کی فنا حضرتِ حق سبحانہ تعالیٰ کی صفاتِ ثبوتیہ[46] میں ہوتی ہے۔ ایسے وقت میں سالک اپنی صفات کو خود اپنے سے اور تمام مخلوقات کی صفات سے منفی کرکے حق سبحانہ سے منسوب ہوجاتا ہے۔ اور سالک جب وجود کی جو تمام صفات کی اصل ہے اپنے آپ سے اور تمام ممکنات سے بھی نفی کرکے بجز حضرتِ حق سبحانہ کے

[46]صفات ثبوتیہ یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ، کلام، سمع، بصر، تکوین

اور کسی کے لئے اثبات نہیں کرے گا، تو اس وقت خواہ مخواہ توحیدِ وجودی کا قائل و معتقد ہوجائے گا۔ اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت نوح اور حضرت ابراہیم عَلَیْهِمَا السَّلَامُ کی ولایت قرار دیتے ہیں۔ پس جو سالک کہ اس ولایت کے راستہ سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے اس کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔

سوال

اگر کوئی سوال کرے کہ تم نے توحیدِ وجودی کو لطیفۂ روح کے ذیل میں جو حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَامُ کی ولایت ہے، لکھا ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ السَّلَامُ نے دائرۂ نفی کو پوری طرح طے فرمالیا تھا اور شرک کے ہر دقیقہ سے کوئی ایک دقیقہ بھی باقی نہیں چھوڑا تھا۔ "لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ" [47] (میں چھپ جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا) کہتے ہوئے حضرت ذات مجردہ کی طرف جو وراء الوراء ہے متوجہ ہوکر فرمایا تھا "اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۝" [48] (بیشک میں نے متوجہ کیا اپنا چہرہ اس کی طرف جس نے بنائے آسمان و زمین سب سے ایک طرف ہوکر اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)۔ اس سوال کا جواب چند صورتوں میں دیا جاتا ہے۔

پہلا جواب

اگرچہ توحیدِ وجودی لطیفۂ روح میں ظاہر ہوجاتی ہے لیکن یہ توحید اس توحید کی طرح نہیں ہے کہ جو لطیفۂ قلب کی سیر میں واضح ہوئی تھی اور اُس موقع پر ممکنات کے

[47] سورۃ الانعام (٦)، آیۃ ٧٦

[48] سورۃ الانعام (٦)، آیۃ ٧٩

وجود کو حق سبحانہ کے وجود کی محبت کے غلبہ سے پایا گیا تھا، اور اِس جگہ وجود کو جو محض خیر ہی خیر اور برکت ہی برکت ہے سوائے حق سبحانہ اور کسی کیلئے ثابت ہی نہیں کرتا، اور ممکنات کو تو عدمِ محض اور بالکل ناچیز ہی اعتقاد کرتا ہے۔ عدم کو وجود خیال کرنا اور وجود کو عدم پر محمول کرنا سکر کے کمال غلبہ اور بے شعوری کی وجہ سے ہے۔

بیت

نہ آں ایں گردد و نے ایں شودِ آں
ہمہ اشکال گردد بر تو آساں

ترجمہ

نہ وہ یہ ہے نہ یہ وہ ہے سمجھ لو
ہر اک مشکل یونہی ہوتی ہے آساں

دوسرا جواب

یہ ہے کہ انس و محبت روح کی ایک خاص خاصیت اور لازمی صفت ہے۔ سالک کو اس مقام میں حضرتِ حق سبحانہ سے خاص انس پیدا ہوجاتا ہے اور وہ لازمی طور پر سب سے منھ پھیر کر اپنے محبوب یعنی ذاتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔

تیسرا جواب

انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی ولایت ولایتِ کبریٰ ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات و شیونات کا قرب سالک کو میسر آتا ہے اور اس ولایت کے حالات کا محلِ ورود لطیفۂ نفس ہے اور اس ولایت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے وہ توحیدِ شہودی ہے اور اس کے معارف کا انکشاف، نہ کہ توحیدِ وجودی۔ کیونکہ اس کا انکشاف اسماء و صفات کے

ظلال کے قرب میں ہوتا ہے نہ کہ اسماء و صفات کے عین میں۔ اور جو کچھ کہ لطائفِ خمسہ کی ولایت میں عالمِ امر کو انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ سے جو نسبت دیتے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ میں جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ اس قرب کا ظل ہے جو انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کو اس کی اصل کے مقام میں حاصل ہوا ہے۔ مثلاً وہ قرب جو لطیفۂ روح میں حاصل ہوتا ہے وہ ولایتِ خلیلؑ کے قرب کا ظل ہے وغیرہ۔ اور اسی پر دوسروں کو بھی قیاس کرلیں۔

چوتھا جواب

یہ ہے کہ اگرچہ لطیفۂ روح کی ولایت خلیلی ولایت ہے لیکن نبوت کے مقام میں حضرت ابراہیم عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کی ایک خاص شان و بزرگی یہ ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بعد تمام انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ کی نسبت افضل ہیں۔ اور مقامِ نبوت کے معارف، ولایت کے علوم و معارف سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے، بلکہ صاحبِ مقامِ نبوت کو تو توحیدِ وجودی کے علوم و معارف سے ہزاروں ننگ و عار ہے۔

اب ہم اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لطیفۂ سرّ کی فنا حضرتِ حق سبحانہ کی شیوناتِ ذاتیہ میں ہے کیونکہ اس مقام پر سالک اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں مضمحل (نیست و نابود) پاتا ہے۔ اور اس لطیفہ کی ولایت کو حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک اس راہِ ولایت سے اپنا مقصود پالیتا ہے اس کو موسوی المشرب کہتے ہیں۔

اور لطیفۂ خفی کی فنا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ سلبیہ میں ہوتی ہے۔ اس مقام پر سالک

حضرتِ حق جلّ و علا کو تمام مظاہر سے علیحدہ ممتاز پاتا ہے۔ اور اس لطیفے کی ولایت کو حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کی ولایت کہتے ہیں۔ پس جو سالک اس ولایت کے راستے سے واصل (باللہ) ہوتا ہے اس کو عیسوی المشرب کہتے ہیں۔ راقم الحروف (مصنفؒ) کہتا ہے کہ شروع میں میں نے اپنی مناسبت حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سے معلوم کرکے اپنے تعین کے مبدأ کا نام "اَلْمُحْیِ" معلوم کیا تھا۔ پھر ایک مدتِ دراز کے بعد اپنے حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت مبارک میں عرض کیا کہ میں اپنی مناسبت حضرت عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کے ساتھ پاتا ہوں، اب حضور توجہ فرمائیں کہ ولایتِ عیسوی سے منتقل ہوکر ولایتِ محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر فائض المرام ہوجاؤں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ ہم توجہ کرتے ہیں تم بھی متوجہ ہوجاؤ۔ امیدوار ہوں کہ حضرتؒ کی برکت سے ضرور ترقی ہوئی ہوگی۔

اور لطیفۂ اخفیٰ کی فنا شانِ الٰہی کے اس درجے و مرتبے میں ہے جو ان سب مراتب پر مشتمل اور سب کا جامع ہے۔ اس مقام پر سالک اخلاقِ الٰہیہ سے متخلّق ہوجاتا ہے۔

لطائف کے مراقبات

جاننا چاہئے کہ حضرت امامِ ربانی [49] رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ نے لطائف کی جدا جدا تہذیب فرمائی تھی لیکن حضرت کے فرزندِ گرامی حضرت خواجہ محمد معصوم [50] رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ اور ان کے خلفاء نے اس راہ کو مختصر کردیا اور لطیفۂ قلب کی تہذیب فرما کر لطیفۂ نفس کی تہذیب فرمائی ہے، کیونکہ ان دونوں لطیفوں کے ضمن میں (بقیہ) چار لطیفوں کی تہذیب بھی بہم پہنچ جاتی ہے۔ لیکن ہمارے پیر دستگیرؒ جن پر میرا قلب اور جان قربان ہو، تمام لطائف پر توجہ فرماتے ہیں، اور اس عاجز کو ہر ایک لطیفے کے مراقبے کیلئے الگ الگ امر فرمایا ہے۔ چنانچہ مراقبۂ قلب کو اس طریقہ پر فرمایا ہے کہ اپنے قلب کو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے قلب مبارک کے مقابل رکھ کر جنابِ

[49] حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بانی و امام ہیں۔ آپ سرہند شریف ہندوستان میں ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کا مزار اقدس سرہند شریف میں مرجع خلائق ہے۔ آپ گیارھویں صدی ہجری کے امام ہیں، بلکہ آپ پورے ہزار سال کے لئے مجدد ہیں۔ آپ کی کوششوں سے ہندوستان میں دین اسلام کو استحکام حاصل ہوا اور آپ کے فیض سے پوری دنیا فیضیاب ہوئی۔ آج بھی آپ کا سلسلہ عالیہ دنیا کے ہر حصہ و علاقہ میں موجود ہے جہاں آپ کے چاہنے والے ذکر کے حلقے قائم رکھتے ہیں۔ آپ کی تصانیف سے مکتوبات شریف مشہور ہیں جو تین جلدوں پر مشتمل ہیں۔

[50] حضرت خواجہ امام محمد معصوم فاروقی سرہندی رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے تیسرے فرزند اور روحانی جانشین تھے۔ آپ ۱۰۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو وصال فرمایا۔ آپ کثیر الارشاد بزرگ تھے، یہاں تک کہ آپ کے بلا واسطہ مریدین نو لاکھ تھے اور خلفاء کرام کی تعداد سات ہزار بتائی جاتی ہے۔ مغل شہنشاہ اورنگزیب عالمگیرؒ بھی آپ کے مریدین و خدام میں شامل تھا۔ آپ کے مکتوبات شریف تین جلدوں پر مشتمل ہیں۔

الٰہی میں عرض کریں کہ تجلیِ افعالی کا وہ فیض جو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے قلب مبارک سے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ کے قلب میں پہنچا ہے میرے قلب میں پہنچے۔ اور مشائخ کرامؒ کے قلوب جو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ تک (سلسلہ رکھتے ہیں) فیض کا واسطہ اور ذریعہ ہیں، انھیں عینک (آئینہ) کے مانند سمجھیں۔

اسی طرح اپنے لطیفۂ روح کو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لطیفۂ روحِ مبارک کے مقابل رکھ کر جنابِ الٰہی میں عرض کریں کہ تجلیاتِ ثبوتیہ کا فیض جو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لطیفۂ روح سے حضرت نوح و ابراہیم عَلَیْہِمَا السَّلَامُ کے لطیفۂ روح میں پہنچا ہے، میرے لطیفۂ روح میں پہنچادے۔

اسی طرح اپنے لطیفۂ سرّ کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لطیفۂ سرّ کے مقابل رکھ کر یوں دعا کرے کہ بارِ الٰہا اپنے شیونات ذاتیہ کا فیض جو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لطیفۂ سرّ سے حضرت موسیٰ عَلیٰ نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ کے لطیفۂ سِر میں پہنچا ہے میرے لطیفۂ سِر میں پہنچادے۔

اس کے بعد اپنے لطیفۂ خفی کو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لطیفۂ خفی کے مقابل تصور کرکے عرض کریں کہ الٰہی اپنی تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ کا فیض جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لطیفۂ خفی سے حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے لطیفۂ خفی تک پہنچا ہے میرے لطیفۂ خفی میں پہنچادے۔

اس کے بعد اپنے لطیفۂ اخفیٰ کو حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے مقابل خیال کرکے عرض کریں کہ الٰہی اپنی تجلیاتِ شانِ جامع کا فیض جو حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے لطیفۂ اخفیٰ میں تونے پہنچایا ہے میرے لطیفۂ اخفیٰ میں پہنچادے۔

جاننا چاہئے کہ ان تمام لطائف کی ولایت بھی ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں حاصل ہوتی ہے، بلکہ ان لطائف کو ولایتِ کبریٰ کے پہلے دائرے تک عروج حاصل ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح دائرۂ امکان میں مراقبۂ احدیت کرتے ہیں، اسی طرح ولایتِ صغریٰ کے دائرے میں مراقبۂ معیت کے وقت آیۃ شریفہ "وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ"[51] (اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کے مفہوم کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور دائرۂ امکان کے سیر کی تکمیل اگر کشف رکھتا ہو تو خود ہی اپنے کشف کے ذریعے معلوم کرلے گا، ورنہ اس کا شیخ صاحبِ کشف اس کو متنبہ کردے گا۔ اور اگر دونوں کشف نہ رکھتے ہوں تو طالب کو چاہئے کہ اپنے قلب کی جمعیت کو ملاحظہ کرے۔ اگر خطرات نہ ہوں یا اس قدر کم ہوں کہ چار گھڑی تک حضور اور جمعیت کے مانع نہ ہوں تو یہ مراقبۂ معیّت شروع کریں اور اللہ تعالیٰ کی معیت کو اپنے ساتھ اور اپنے لطائف و عناصر کے ساتھ ملحوظ رکھیں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بے چونی کی معیّت بے چونی کے ادراک کے ساتھ معلوم ہوسکے اور جملہ شش جہات کا احاطہ کرلے۔ اور جب توجہ اور حضوری پیدا ہو تو اپنا منھ اضمحلال (نیستی) کی جانب پھیرے۔ اس وقت ولایتِ کبریٰ کے دائرے میں سیر شروع کرے کہ یہ انبیاء کرام کی ولایت ہے اور یہی اللہ پاک کے اسماء و صفات و شیونات کا دائرہ ہے۔

[51] سورۃ الحدید (۵۷)، آیۃ ۴

ولایتِ کبریٰ

فصل: ولایتِ کبریٰ کے بیان میں جو کہ لطیفۂ نفس و اَنا کی فنا کا نام ہے

توحیدِ شہودی

جاننا چاہئے کہ جب توحیدِ وجودی کے اسرار اور معیتِ حق کے راز کی سیر اس عاجز پر وارد ہوئی تو اب معلوم ہوا کہ عرشِ مجید سے بلکہ اس کے فوق (اوپر) سے لے کر تحت الثریٰ تک ایک نور ہے جو مجھ کو اور ممکنات کے ہر ذرہ کو احاطہ کئے ہوئے ہے، اور اس نور کا رنگ اس کی بے رنگی کی وجہ سے سیاہی سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور "كَانَ اللّٰهُ فِيْ عَمَاءٍ"[52] (تھا اللہ تعالیٰ بدلی (یعنی بادل) میں) کے مصداق اس میں مجھے استغراق حاصل ہوا اور اس مقام کے بعض اسرار اور علوم بھی واضح ہوئے۔

یہاں تک کہ اسی سال پندرہ ربیع الاول (۱۲۲۵ھ) کو کہ جب سے میں حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابتداء توجہ سے اس وقت تک دو ماہ پانچ روز کا عرصہ گذر چکا تھا، حضرت پیر دستگیر مدظلہ العالی نے اس عاجز کے لطیفۂ نفس پر توجہ فرمائی۔ اور اسی توجہ میں میں نے دیکھا کہ ایک نور مثل آفتاب کے میرے لطیفۂ نفس کے مطلع

---

[52] جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۴۷)، حدیث ۳۳۹۴۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المقدمہ (۱)، حدیث ۱۸۷

سے طلوع ہوا اور اس سیاہ نور کو جسے میں حضرت ذاتِ حق سمجھ رہا تھا معدوم و منتشر ہوگیا، حتیٰ کہ اس نور کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ ممکنات کا وجود جو اس سیاہ نور میں معدوم و مضمحل (نیست و نابود) معلوم ہوتا تھا وہ پھر ظاہر ہوا، ایسا کہ جیسے ستاروں کا وجود نورِ آفتاب کی شعاعوں میں۔ لیکن سیر قلبی میں نظر کی تیزی اس حد تک نہ تھی کہ ممکن اور واجب کے وجود میں تمیز کی جاسکے، لہٰذا میں وحدتِ وجود کا قائل ہوگیا تھا۔ چونکہ ولایتِ کبریٰ کی سیر میں جو انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ کی ولایت اور صحو و ہوشیاری کا ایک مقام ہے، اس لئے نظر کی تیزی عنایت کی گئی اور میں نے دیکھا کہ ممکنات کے وجود کے لئے ضرور ایک نوع کا ثبوت و استقرار ہے، لیکن اشیاء کا وجود ظلی وجود معلوم ہوا جس کو وجودِ الٰہی کے پرتو نے اعدام پر عکس ڈال کر ان کو موجود بنادیا ہے۔ اسی طرح سے ممکنات کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو بن کر شہود میں آئیں، وہ اللہ تعالیٰ کی عین صفات نہیں ہیں اور یہی توحیدِ شہودی کے معنی ہیں جس کا مشاہدہ لطیفۂ نفس میں ہوتا ہے۔ اسی مقام سے اللہ تعالیٰ کی اقربیت کے معنی سمجھ میں آتے ہیں۔ اور دوسرا فرق اللہ تعالیٰ کی معیت اور اقربیت میں یہ ہے۔ سن لو کہ معیت کی انتہا اتحاد (وحدتِ وجود) ہے اور اقربیت کا کمال اثنینیت (دوئی) میں ہے۔ لیکن اگر ممکن کا وجود ظاہر ہوتا ہے تو وہ ازخود اللہ تعالیٰ سے استفادہ کئے ہوئے ہے نہ کہ خود اس کے اپنے پاس ہے، اور اگر اس کی صفات ظاہر ہوئی ہیں تو وہ بھی اسی کی طرف سے ہے۔ اس کی اپنی حقیقت تو دراصل عدم ہی عدم ہے کیونکہ اس کے متعلق کوئی نشان دہی نہیں ہوسکتی اور اَنَا (مَیں) اور اَنۡتَ (تو) کی نشاندہی وجود پر ہوگی نہ کہ عدم پر۔ پس اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ اصل کا وجود ظل کے وجود کی نسبت ظل کے بہت زیادہ نزدیک ہے، کیونکہ ظل کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اصل کی وجہ سے ہے

ازخود نہیں۔ اگر وہ اپنے وجود پر نگاہ کرے تو وہ اصل کی صفات کا نمونہ معلوم ہو گا اور بیشک اصل کی اقربیت کا اقرار کرے گا۔ کیونکہ ظل کو جو قرب حاصل ہوا ہے وہ اصل کے وجود کی وجہ سے ہے، پس ظل کے لئے اصل اس کے وجود میں اقرب ہے۔ اگرچہ اقربیت کا بیان تقریر میں نہیں سما سکتا اور تحریر میں بھی ٹھیک نہیں آسکتا کیونکہ ناقص عقل اپنے سے زیادہ قریب کی چیز کا ادراک کرنے سے عاجز ہے۔ لیکن یہ معاملہ تو عقل کے قانون سے دور اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔

ولایتِ کبریٰ

جاننا چاہئے کہ ولایتِ کبریٰ کے دائرے میں تین دائرے اور ایک قوس ہے یعنی آدھا دائرہ۔ اور ولایتِ کبریٰ کے تین دائروں میں سے پہلے دائرے میں اقربیت کی سیر اور توحیدِ شہودی ظاہر ہوتی ہے۔ اس دائرے کے نیچے کا نصف حصہ اسماء و صفاتِ زائدہ پر مشتمل ہے اور اوپر کا نصف حق سبحانہ کے شیونات ذاتیہ پر مشتمل ہے۔ اس دائرے تک عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کا عروج ہوتا ہے اور اس دائرے کا موردِ فیض لطیفۂ نفس ہے جس میں لطائفِ مذکورہ بھی شریک ہیں۔ اس دائرے میں مراقبۂ اقربیت یعنی آیتِ شریفہ ”نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ“[53] (ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) کا تصور (خیال) کرتے ہیں۔ اور سالک کو جب دائرۂ اقربیت سے عروج ہو گا تو اس کی سیر اصل کے دائرے میں ہوگی اور دائرۂ اصل سے اصل کی اصل کے دائرے میں ترقی ہوگی۔ اور اصل کی اصل سے تیسری اصل میں یعنی قوس کی طرف سیر ہوگی۔ اور اسی پہلے دائرے کے نصف تحتانی و نصف فوقانی میں استہلاک

[53] سورۃ ق (۵۰)، آیۃ ١٦

و اضمحلال (نیستی) پورا حاصل ہوجاتا ہے۔

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے ان سہ گانہ دائروں میں مجھ عاجز پر توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ ان دائروں سے میرے لطیفۂ نفس پر بے رنگ کے نور کا ایک پرنالا بڑی شدت سے گرایا گیا ہے اور میری ہستی کا تمام وجود گھل گیا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میرے وجود کا نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور عین و اثر کے زوال کا مقام میسر ہوگیا۔ اور لفظِ اَنا کا اطلاق میں نے اپنے اوپر بہت ہی دشوار سمجھا بلکہ اَنا کیلئے مجھے کوئی مورد نہ ملا۔ حتی کہ میں عدم کے دریائے ناپیدا کنار میں ڈوب گیا۔ اس وقت مجھے یقینی طور پر معلوم ہوا کہ فنا کی حقیقت تو اسی ولایت میں حاصل ہوتی ہے اور جو کچھ پہلے کی ولایت میں حاصل ہوا تھا وہ صرف فنا کی صورت تھی۔ اور اس دو نیم دائرے (پہلے دائرے کے نصفِ تحتانی اور نصفِ فوقانی) میں مراقبۂ محبت یعنی آیت ''یُحِبُّھُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗ''[54] (وہ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست رکھتے ہیں اس کو) کے مفہوم کا خیال کرتے ہیں۔ اور ان دائروں میں موردِ فیض وہی لطیفۂ نفس ہے کہ جس سے سالک کا اَنا مراد ہے۔

جاننا چاہیۓ کہ ان دائروں میں مراقبہ اس طریقے سے کرتے ہیں کہ خود کو اپنے خیال میں اس دائرے کے اندر داخل کردیتے ہیں اور لحاظ و تصور کرتے ہیں کہ اصل اسماء و صفات کے دائرے سے میرے اَنا پر محبت کا فیض وارد ہورہا ہے۔ اور اسی طرح قوس (دائرہ اصل الاصل) سے جو کہ اصلِ ثالث ہے اس لطیفہ پر محبت کا فیض آرہا ہے۔ اور ان دائروں میں تہلیلِ لسانی (کلمۂ توحید کا زبانی ذکر) بلحاظ معنی بھی مفید ہوتا ہے۔

[54] سورۃ المائدۃ (۵)، آیۃ ۵۴

راقم (مصنفؒ) کہتا ہے کہ مجھے حضرت پیر دستگیرؒ، میں ان پر قربان، کی توجہ سے ان تینوں دائروں کا کشف بھی ہوا ہے اور ان تینوں دائروں کی ایک دوسرے سے امتیاز و جدائیگی میرے علم میں عرض و طول کے اندر ضعف و قوت میں انوار کی کمی و زیادتی پر مبنی ہے، و نیز ماتحت کی بہ نسبت نسبتِ فوق کے بیرنگ ہونے پر ہے۔ اور اپنے مذکورہ مکشوفہ دوائرِ سہ گانہ میں جن درویشوں کو میں نے توجہ دی اُن میں سے اکثروں پر یہ دائرے منکشف ہوئے۔ اور ہر دائرے کے قطع (طے) ہونے کی علامت یہ ہے کہ دائرہ سورج کی ٹکیا کی طرح سالک پر روشن ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر دائرہ قطع ہوتا جاتا ہے اسی قدر وہ نورانی ہوکر اپنی شعاعوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر دائرہ قطع نہیں ہوا ہوتا وہ اس سورج کی طرح معلوم ہوتا ہے جو گہن میں بے نور ہو۔

شرح صدر

ولایتِ کبریٰ کے کامل دائرے کا طے ہونا اس طرح پہچانا جاتا ہے کہ فیضِ باطن کا معاملہ جس کا تعلق دماغ سے ہے سینے سے متعلق ہوجاتا ہے، اور اس وقت شرحِ صدر حاصل ہوتا ہے اور سینے میں اس قدر وسعت و فراخی حاصل ہوجاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اگرچہ سیر قلبی میں وسعتِ قلب اس قدر ہوچکی تھی کہ میں نے اپنے قلب میں متعدد آسمان دیکھے اور اسی میں بہت سے قلب بھی دیکھے۔ لیکن یہ وسعت فقط قلب ہی تک محدود تھی۔ اور وسعتِ صدر جو ولایتِ کبریٰ میں حاصل ہوتی ہے وہ عموماً تمام سینے میں اور خصوصاً لطیفۂ اخفیٰ کی جگہ ہوتی ہے۔ اور شرحِ صدر کی پہچان، وجدان کے طریقے میں یہ ہے کہ شرحِ صدر میں قضا و قدر کے احکام سے چون و چرا

اور تمام اعتراضات اُٹھ جاتے ہیں۔ اور اس مقام میں نفس بھی مطمئنہ ہوجاتا ہے اور عروج کرکے رضا کے ہر مقام پر وہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور تمام حالات میں قضا و قدر پر راضی ہوجاتا ہے۔

مراقبہ اسم الظاھر

اگر سالک ان دائروں کے قطع کرنے کے بعد مراقبہ مسمیٰ اَلظَّاھِرُ کرے اور اس مراقبے کو موردِ فیض یعنی لطیفۂ نفس اور عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کا خیال کرے تو نسبتِ باطن میں بڑی قوت اور وسعت پیدا ہوجاتی ہے، جیسا کہ حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز کو اس مراقبے کی تلقین فرمائی ہے اور اس کے فوائد و نتائج بھی مجھ کو حاصل ہوگئے تھے۔ اور احباب کو اس مراقبے کی تلقین بھی کی ہے۔

جاننا چاہئے کہ جیسے اسماء و صفات کے ظلال سے تمام خلائق کے تعینات (سوائے انبیاء کرامؑ اور ملائکہؑ کے) کی ابتدا ہوتی ہے، اس لئے اس مراقبہ کی سیر کو ولایتِ صغریٰ کہا گیا ہے اور اسماء و صفات و شیونات کے مراقبے کی سیر جو انبیاء کرامؑ کے تعینات کی ابتدا ہے ولایتِ کبریٰ کہی جاتی ہے، اور ملائکہ عظام کے تعینات کی ابتدا جسے ولایتِ علیا کہتے ہیں آگے آتی ہے۔

ولایتِ علیا

فصل: ولایتِ علیا اور عناصرِ ثلاثہ (پانی، آگ، ہوا) کی سیر اور ان کی فنا اور بقا کے بیان میں

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے ولایتِ کبریٰ میں اپنے اس غلامانِ غلام کو توجہ دی اور ہر دائرے کی کیفیات اور احوال مجھ پر وارد ہوئے حتیٰ کہ شرحِ صدر کے لئے توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ دماغ کا معاملہ اب سینے سے ہوگیا اور سینے کی وسعت بھی مجھ کو معلوم ہوئی۔

ولایتِ علیا

پھر اسی سال پندرہ تاریخ جمادی الثانی ۱۲۲۵ھ کو حضرتؒ نے اپنے اس غلام کے عناصر پر توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ کہ تینوں عناصر (پانی، آگ، ہوا) میں جذباتِ الٰہیہ کا گذر ہوا اور عروج پیدا ہوا، لطیف احوال اور بے رنگ کیفیات ان عناصر پر وارد ہوئیں اور عناصر کو اس ذات کے اندر فنا میسر ہوئی جو اَلْبَاطِنُ ہے۔ اور ان عناصر میں استہلاک اور اضمحلال اس مرتبۂ ولایت کا حاصل ہوا اور اسی مرتبہ کی بقا بھی میسر ہوئی، ملائکہ کرامؑ سے مناسبت بھی پیدا ہوئی اور ان بزرگوں کی زیارت بھی حاصل ہوئی اور میں نے خود کو ان کے مقام میں داخل دیکھا۔

سمجھ لو کہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کی سیر اسم اَلظَّاھِرُ کی سیر میں تھی اور ولایتِ علیا میں جو سیر حاصل ہوتی ہے وہ اسم اَلْبَاطِنُ کی سیر ہے اور ان دونوں اسموں میں فرق یہ ہے کہ اسم ظاھر کی سیر میں ذات کا لحاظ کرنے کے بغیر ہی محض تجلیاتِ صفاتی وارد ہوتی ہیں اور اسمِ باطن کی سیر میں اگرچہ اسماء و صفات کی تجلیات بھی میسر آتی ہیں لیکن کبھی کبھی ذات تعالت و تقدست بھی مشہود ہوجاتی ہے۔ اور حضرت پیر دستگیرؒ کی عنایت سے اس دائرے کی صورتِ مثالی بھی مجھ پر ظاہر کی گئی۔ میں نے دیکھا کہ ولایتِ علیا کا دائرہ ظاہر ہوا لیکن سورج کے کِرنوں کے خطوط کی طرح حضرتِ حق کی اسماء و صفات نے اس دائرے کا احاطہ کرلیا تھا، البتہ کبھی کبھی وہ دائرہ بغیر خطوط کے بھی مشہود ہوتا ہے۔ لیکن کمال بے رنگی میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ روشن اور چمکدار خطوط پوشیدہ ہوجاتے ہیں۔

سمجھ لو کہ ولایتِ علیا مثل مغز کے ہے اور ولایتِ کبریٰ مثل پوست کے، بلکہ ہر نچلا دائرہ اوپر والے دائرے کے مقابلے میں یہی مناسبت رکھتا ہے، لیکن کمالاتِ نبوت میں نہیں کیونکہ اُن میں اِن ولایات کی نسبت نہیں ہوتی۔ اور اس دائرے میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو مسمی اَلْبَاطِنُ ہے۔ اور اس دائرے میں موردِ فیض ان تین عناصر (پانی، آگ، ہوا) کی ولایت ہے۔ اس میں تہلیلِ لسانی (کلمۂ توحید کا زبان سے ذکر کرنا) اور طویل قیام و قرأت والی نفلوں سے ترقی ہوتی ہے۔ اور اس مقام میں بھی شریعت کی رخصت پر عمل کرنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اس کا راز یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنے سے آدمی بشریت کی طرف کھنچ جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنے سے مَلکیت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ پس جس قدر مَلکیت سے مناسبت بڑھے گی اسی قدر اس ولایت میں جلد ترقی حاصل

ہوگی۔ اور اس ولایت میں جو اسرار معلوم ہوتے ہیں وہ توحیدِ وجودی اور توحیدِ شہودی کی طرح نہیں ہیں کہ بیان میں آسکیں، بلکہ یہ اسرار پوشیدہ رکھنے کے ہی زیادہ لائق ہیں اور کسی طرح بھی اظہار کے قابل نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت [55]

مصلحت نیست که از پرده بروں افتد راز
ورنه در محفلِ رنداں خبرے نیست که نیست

ترجمہ
مصلحت ہی نہیں پردے سے جو نکلیں اسرار
ورنہ رندوں میں کوئی بات چھپی رہتی ہے

اور بالفرض کسی راز کے اظہار کا قصد بھی کیا جائے تو وہ الفاظ کہاں سے آئیں جن میں یہ اسرار بیان ہوسکیں۔ اور ان اسرار کا معلوم کرنا بغیر اس شیخ کی توجہ کے ناممکن ہے جس نے اس ولایت میں کمال اتصاف پیدا کیا ہو اور ان اسرار کے فیض سے فیضیاب ہوچکا ہو۔ ورنہ اس قدر ظاہر کردیتا ہوں کہ اس منزل میں سالک کا باطن اسم اَلْبَاطِنُ کا مصداق و مظہر ہوجاتا ہے (سمجھنے والے سمجھ گئے)۔ اور اس ولایت کے وقت سالک کے تمام بدن میں وسعت و فراخی پیدا ہوجاتی ہے اور لطیفے کی کیفیت تمام جسم میں ہوتی ہے۔

اجازت و خلافت

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام پر اس مقام تک کی توجہ فرمائی تو مجھے ایک ایسی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے میں نے رام پور (ضلع مراد آباد) جانے کا قصد

[55] خواجہ حافظ شیرازیؒ، غزلیات، غزل ۳۷

کیا اور حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمتِ مبارکہ میں رخصت کی درخواست کی۔ تو حضرتؒ نے اپنے اصحاب کے مجمع میں خلافت کا خلعت مرحمت فرمایا اور اپنا خاص ملبوس یعنی کلاہ و قمیص اور عصا اور سجادہ عنایت فرمایا، اور اپنے دستِ مبارک سے میرے سر پر کلاہ رکھا اور قمیص پہنائی، اور یہ الفاظ اپنی زبانِ مبارک سے ارشاد فرمائے کہ جس طرح حضرت میرزا صاحب [56] قبلہؒ نے مجھے اپنی خلافت سے ممتاز فرمایا تھا اسی طرح میں نے بھی تم کو طریقہ کی اجازت عطا کردی۔

طریقہ قادریہ و چشتیہ

پھر فرمایا کہ تم کو خاندانِ قادری و چشتی کی نسبت میں توجہ دیتا ہوں۔ پھر مجھ کو اپنے زانوئے مبارک کے برابر بٹھایا اور عالمینِ ربانی و عارفینِ سبحانی حضرت مولانا خالد

[56] حضرت شمس الدین حبیب اللہ میرزا مظہر جانِ جاناں شہید قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ آپ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے شیخِ طریقت تھے۔ ۱۱۱۱ھ یا ۱۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور ایک رافضی کے ہاتھوں زخمی ہونے کے بعد ۱۰ محرم الحرام ۱۱۹۵ھ کی رات کو شہادت پائی۔ آپ نے حضرت سید نور محمد بدایونی قُدِّسَ سِرُّہٗ سے فیض باطنی حاصل کیا، اور ان کے بعد مختلف مشائخ کی خدمت میں رہے جن میں حضرت شیخ سعد اللہ، حضرت شیخ محمد افضل اور حضرت شیخ محمد عابد سُنامی رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِمۡ شامل ہیں۔

رومی [57] اور حضرت مولوی بشارت اللہ صاحب بہرائچی [58] کو بھی جو حضرت پیر دستگیرؒ کے اونچے درجے کے مخلص احباب میں سے ہیں میرے قریب بٹھائے گئے۔ پھر آپ نے پہلے حضرت غوث الثقلین رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ کی فاتحہ پڑھ کر قادری نسبت میں توجہ فرمائی۔ اس مراقبہ میں میں نے دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین (شیخ عبدالقادر جیلانی [59]) رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ تشریف لائے ہیں اور میری گردن پر اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں کہ ان کے دونوں پاؤں میرے سینے کے برابر ہیں اور حضرتؓ ایک جڑاؤ مرصع تاج اپنے سر پر، اور بدن پر نہایت فاخرہ لباس پہنے ہوئے ہیں اور آں حضرت رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ کے انوار مبارک مجھ کو گھیرے ہوئے ہیں اور حضرت کی نسبت

[57] حضرت مولانا خالد بغدادی کردی قُدِّسَ سِرُّهٗ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے عظیم خلفاء سے تھے۔ عراق و ترکستان میں آپ کا طریقہ اس قدر مشہور ہوا کہ اس کا نام ہی نقشبندیہ خالدیہ ہوگیا۔ آپ ایک شیخِ طریقت ہونے کے ساتھ ایک بہت جید عالم بھی تھے۔ آپ ۱۱۹۳ھ میں سلیمانیہ، عراق میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴۲ھ میں دمشق میں وصال فرمایا۔ آپ نے حضرت شاہ ابو سعید مجددی قُدِّسَ سِرُّهٗ سے بھی توجہات لی تھیں اور ان کا بہت احترام کرتے تھے۔

[58] حضرت مولانا بشارت اللہ بہرائچی قُدِّسَ سِرُّهٗ حضرت شاہ غلام علی قُدِّسَ سِرُّهٗ کے جید خلفاء کرام میں سے تھے۔ پہلے اپنے خسر حضرت مولانا نعیم اللہ بہرائچیؒ سے بیعت کی، اس کے بعد شاہ غلام علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

[59] حضرت غوث الاعظم محبوبِ سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی و حسینی رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ تمام اولیاء کے سردار اور طریقہ عالیہ قادریہ کے بانی و امام ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب سیدنا امام حسن رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے ملتا ہے۔ رمضان ۴۷۰ھ میں گیلان شہر کے قریب پیدا ہوئے۔ بغداد میں علم حاصل کیا اور کئی صوفیائے کرام سے باطنی نسبت حاصل کی۔ آپ صاحب التصرف تھے اور آپ کی کرامات مشہور و معروف ہیں۔ آپ کا وصال ۱۱ ربیع الثانی ۵۶۱ھ کو ہوا اور بغداد میں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔

کے رنگ سے میں رنگین ہو گیا ہوں۔

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے میرے زانو پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا کہ اب تم کو نسبتِ چشتیہ میں توجہ دیتا ہوں، خبردار رہو۔ پھر ارواحِ مبارکہ حضراتِ چشتیہ کے لئے فاتحہ پڑھ کر توجہ فرمائی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ معین الدینؒ[60] و حضرت خواجہ قطب الدینؒ[61] و حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ[62]، و حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ[63] و حضرت مخدوم علاؤ الدین علی صابرؒ[64] قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَرْوَاحُھُمْ تشریف فرما ہیں اور ان اکابر میں سے ہر ایک کی نسبت کا نور میں نے جدا

[60] حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز سید معین الدین حسن سجزی اجمیری قُدِّسَ سِرُّہٗ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے بانی و امام ہیں۔ آپ ۵۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نجیب الطرفین سید تھے۔ والد کی طرف سے حسینی اور والدہ کی طرف سے حسنی نسبت تھی۔ آپ کے شیخ طریقت خواجہ عثمان ہارونی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ تھے جن کی خدمت میں آپ بیس سال رہے۔ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو وصال فرمایا۔

[61] حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قُدِّسَ سِرُّہٗ۔ آپ خواجہ معین الدین اجمیری قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلیفہ اعظم تھے۔ آپ کا مزار شریف دہلی کے علاقہ مہرولی میں زیارتگاہِ خاص و عام ہے۔ دو کتابیں آپ کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ ایک دیوان ہے اور دوسری فوائد السالکین ہے۔

[62] حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر قُدِّسَ سِرُّہٗ ۵۶۹ھ یا ۵۷۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۶۴ھ یا ۶۷۰ھ میں وصال فرمایا اور پاک پٹن میں آپ کا مزار شریف زیارتگاہِ خلائق ہے۔ آپ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے خلیفہ اول اور سلسلہ چشتیہ کے عظیم مشائخ سے ہیں۔ آپ کی کرامات مشہور و معروف ہیں۔

[63] حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء قُدِّسَ سِرُّہٗ ۶۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ کا مزار شریف دہلی میں مشہور ہے۔ آپ خواجہ فرید الدین گنج شکر قُدِّسَ سِرُّہٗ کے اکابر خلفاء میں سے تھے۔

[64] حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قُدِّسَ سِرُّہٗ بھی خواجہ فرید الدین گنج شکر قُدِّسَ سِرُّہٗ کے اکابر خلفاء سے تھے۔ ۵۹۲ھ میں ہرات، افغانستان میں پیدا ہوئے اور ۶۹۰ھ میں وصال فرمایا۔

جدا دیکھا اور ان اکابر کی نسبت کے اثرات میں نے اپنے اندر پائے۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت سلطان نظام الدین رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِ اپنی کمال محبوبیت کے ساتھ ظاہر ہوئے اور ان کے پائے مبارک میں مہندی لگی ہوئی معلوم ہوئی۔ جب یہ واقعہ گذر گیا تو حضرت پیر دستگیرؒ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے ان اکابر کی نسبت الگ الگ معلوم کرلی؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں حضور کے صدقے میں یہ سعادت حاصل ہوئی، اگر ارشاد ہو تو جدا جدا اس کا ذکر کروں۔ فرمایا خاموش رہ، اور یہ اسرار لوگوں سے پوشیدہ رکھ۔ اور اپنا خاص دستخطی اجازت نامہ اپنی خاص مہر سے مزیّن فرماکر بندہ کو عنایت فرمایا۔ اور وہ اجازت نامہ اختصار کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

اجازت نامہ اول

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد و صلٰوۃ کے یہ فقیر عبداللہ معروف بہ غلام علی عُفِيَ عَنۡهُ گذارش کرتا ہے کہ فضائل و کمالات والے صاحبزادۂ عالی نسب حضرت حافظ محمد ابو سعید (اللہ اس کو دونوں جہان میں سعادتمند کرے) کو اپنے آباء کرام (خاندانِ مجددیہ) رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِمۡ کی نسبتِ باطنی حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور انھوں نے اس فقیر سے رجوع کیا تو ان کے بزرگوں کے خیال سے لیکن اپنی عدم لیاقت کے باوجود ان کے سوال کو منظور کئے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھ کر ان کے لطائف پر توجہ کی گئی۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی اور پیرانِ کبار رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡہِمۡ کے طفیل سے تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے لطائف میں جذباتِ الٰہیہ پیدا ہوئے۔ کیونکہ میرا معمول یہ ہے کہ لطائف خمسہ پر اکٹھی (یکبارگی) توجہات کرتا ہوں۔ چنانچہ توجہ، حضور معہ کیفیات اور بعضے

علوم و اسرار بھی ان کو حاصل ہوئے، اور اس توجہ کی وجہ سے ایک نوع کا استہلاک ان میں پیدا ہوا، اور ان کے باطن میں فنا کا رنگ ظاہر ہوا۔ اور توحیدِ حالی و افعالی کے پرتَو کے ظہور نے بندوں کو ان کی نظر سے پوشیدہ کردیا اور انھوں نے حضرت حق سبحانہ سے نسبت پائی۔

پس ان کے لطیفۂ نفس پر توجہ کی گئی اور اس کے عروج و نزول سے ان کو اس مقام میں ان حالات کے اندر استہلاک ہوا۔ اور انھوں نے حضرتِ حق سبحانہ سے اپنی صفات کا انتساب پایا، اور ان کے اَنا کو اس قدر شکستگی حاصل ہوئی کہ خود کے لئے اَنا کے اطلاق کو دشوار جانا۔ اور وحدتِ شہود سے ان کے باطن پر نور آیا تو انھوں نے تمام ممکنات کو حضرتِ حق سبحانہ کے وجود کا تابع اور عکس پایا۔

اس کے بعد توجہ کی گئی اور ان کے عناصر پر انوار کا القا کیا گیا تو عناصر کا جذب اور توجہ بھی ہوئی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

اور جو کچھ بھی یہاں میں نے لکھا ہے ان کے اظہار و اقرار سے لکھا ہے اور ان کے حالات و واردات کو میں نے خود بھی معلوم کرلیا ہے اور میرے اصحاب نے بھی ان کے بارے میں ان تمام عنایاتِ الٰہی کی شہادت دی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

اور اللہ تعالیٰ کریم و کارساز سبحانہ کے کرم اور مشائخِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ کے طفیل سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ صحبت کو لازم کرلینے سے بہت زیادہ ترقیاں حاصل کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ پس اس صورت میں ان کو طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ کی تلقین کی اجازت دے دی گئی کہ وہ حق سبحانہ کی عنایت و مہربانی سے ذکر اور مراقبے کی تعلیم اور سالکوں کے دلوں میں سکینہ و اطمینان القا کیا کریں۔ اور مشائخ قادریہ و چشتیہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ کی ارواحِ طیبہ کے ایصال ثواب کیلئے بھی فاتحہ

پڑھی گئی تاکہ ان سلسلوں کے بزرگوں کا توسل حاصل کیا جائے اور ان کے فیوض و برکات سے باطن کو فائدہ حاصل ہو۔ اور ان دو طریقوں میں بھی جو شخص چاہے ان سے بیعت کرے، اور ان حضرات کا شجرہ بھی وہ دے سکیں اور طریقۂ نقشبندیہ احمدیہ کی تلقین و تربیت فرمائیں۔ اے اللہ ان کو پرہیزگاروں کا امام و پیشوا بنادے، آمین۔

یہاں تک ہمارے پیر دستگیرؒ کا کلام تمام ہوا۔

اور سلوک کی تکمیل کے بعد اس اجازت نامہ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے مزید عبارت بھی اضافہ فرمائی۔ انشاء اللہ اسی رسالہ میں کسی جگہ (صفحہ 101 پر) پورا اجازت نامہ بطور تبرک درج کروں گا۔

کمالاتِ ثلاثہ

فصل: کمالاتِ ثلاثہ یعنی کمالاتِ نبوت و کمالاتِ رسالت و کمالاتِ اولو العزم کے بیان میں

کمالاتِ نبوّت

جب چند ماہ کے بعد رام پور سے واپس ہوکر حضرت پیر دستگیرؒ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا تو اسی سال کے ماہ ذیقعدہ ۱۲۲۵ھ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے میرے عنصرِ خاک پر توجہ فرمائی اور کمالاتِ نبوت کا فیض کہ جس سے مراد "تجلیٔ ذاتی دائمی" ہے میرے اس لطیفہ پر وارد فرمایا۔ اس مقام کے معارف سے تمام معارف کا فقدان ہوتا ہے اور حالاتِ باطن کی نفی ہوتی ہے اور بے رنگی اور بے کیفیتی پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام پر ایمانیات اور عقائد میں بھی ہر طرح کی قوت پیدا ہوجاتی ہے اور استدلالی علم بدیہی ہوجاتا ہے۔ اس مقام کے معارف انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَامُ کی شریعتیں ہیں اور اس مقام میں باطن کی وسعت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ تمام ولایتوں کی وسعت و فراخی (خواہ وہ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ کبریٰ، ولایتِ علیا ہو) اس کے سامنے بالکل لاشے اور بہت تنگ ہوجاتی ہے۔ اور ولایتِ الٰہیہ میں باہم ایک قسم کی مناسبت پائی جاتی ہے اگرچہ صورت اور حقیقت میں کوئی مناسبت نہیں ہے، لیکن اس جگہ وہ مناسبت بھی گم ہوجاتی

ہے۔ اور باطن کے حالات کی نفی کے باوجود اور یاس و ناامیدی اور اس کمی کے باوجود کہ سالک خود کو کافرِ فرنگ سے بھی زیادہ بدتر سمجھتا ہے، اسی مقام پر حقیقتِ وصل کُھلے طور پر حاصل ہوتی ہے۔ اور اس سے قبل جو وصل کہ ہوا تھا وہ وہم و خیال کے دائرے میں داخل تھا۔ وہ ایک نوع کا سراب تھا جہاں پانی کا پیاسا حسرت و ندامت کے سوا کچھ بھی حاصل نہ کرسکتا تھا۔

جب حضرت پیر دستگیرؒ کی توجہات سے مجھ پر یہ مقام ظاہر ہوا تو مجھے رویت کے مشابہ معاملہ نظر آیا، حالانکہ وہ رویت نہیں تھی کیونکہ وہ تو آخرت کے لئے وعدہ کی گئی ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے۔ لیکن جو چیز یہاں حاصل ہوئی وہ ولایت کے مشاہدات کی نسبت بھی رویت ہی کی مانند ہے۔ جس طرح آخرت کی رویت، عالم خلق ہی سے مخصوص ہے اسی طرح یہاں بھی معاملہ عالمِ خلق سے ہے۔ عالمِ امر کے لطائف اس جگہ محض لاشئے ہوجاتے ہیں۔ اسی طرح لطیفۂ نفس اور عناصرِ ثلاثہ بھی یہاں ناچیز ہوجاتے ہیں، اور یہ معاملہ عنصرِ خاک کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اور اگر دوسرے عناصر کو یہ دولت کچھ نصیب ہے تو وہ بھی اسی عنصرِ لطیف کے طفیل و تبعیت کی وجہ سے ہے۔ شریعت کے احکام اور غیب کی باتیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس سُبْحَانُہٗ تَعَالیٰ کی صفات، اسی طرح قبر، حشر و ما فیہا، دوزخ جنت وغیرہ جس جس امر کی مخبرِ صادق حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اطلاع دی ہے اس مقام پر ظاہر، بلا محتاجِ دلیل اور عین الیقین ہوجاتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے تو اس میں کوئی شک و شبہ نہیں پایا جاتا اور اس میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں پڑتی۔ جیسے مشاہدے کی چیز میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کہے کہ زید موجود ہے تو زید کی موجودگی نظر اور فکر میں ہوتی ہے۔ حضرتِ حق سبحانہ کا وجود مثل آئینہ کے

ہوجاتا ہے اور اشیاء کا وجود آئینے میں نظر آنے والی صورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ ان صورتوں کا وجود وہم و خیال اور آئینے کے وجود میں واقعی موجود ہے۔ لیکن (دنیاوی) آئینے میں پہلے صورت محسوس ہوتی ہے اس کے بعد آئینہ، اور اس مقام پر معاملہ برعکس ہے کہ پہلی نظر میں وجودِ آئینہ نظر آتا ہے پھر کہیں اشیاء کا وجود دِقّتِ نظر کے بعد دکھائی دیتا ہے۔ لہٰذا حق سبحانہ کا وجود بدیہی ہوجاتا ہے اور اشیاء ممکنات کا وجود نظری۔

اس سے بھی زیادہ عجیب بات سنئے کہ اس مقام میں بلندی اور بساطت اور بے رنگی کے باوجود جس وقت اس مقام کا پورا پورا انکشاف حاصل ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام تو بالکل نظر کے سامنے ہی تھا۔ اس وقت حیرانی زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ باوجود محاذی و قریب تر ہونے اس مقام کے، اتنی مدت تک کیوں نہیں نظر آیا اور ہم نے کیوں نہیں آنکھیں کھولیں اور بیکار عالمِ امر کے لطائف کے کوچوں کے پیچھے اپنے مقصود کو ڈھونڈتے رہے۔

اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ اس مقام کے حصول کے لئے وہ اذکار جو صوفیوں میں رائج ہیں کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ لیکن قرآن پاک کی تلاوت ترتیل کے ساتھ، اور نماز پورے آداب کے ساتھ اور وہ اذکار جو حدیث شریف سے ثابت ہیں اس مقام میں ترقی بخشتے ہیں۔ علمِ حدیث کے شغل سے اور سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی پیروی سے اس مقام میں قوت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے۔

اور "قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ"[65] (دو کمانوں کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم) کے راز کی حقیقت اس دائرے میں منکشف ہوتی ہے۔ اگرچہ پچھلے ہر مقام میں اس معرفت

[65] سورۃ النجم (۵۳)، آیۃ ۹

کا توہّم تو ضرور پیدا ہوا تھا لیکن وہاں ظلال و صفات کے ساتھ معاملہ تھا اور یہاں تو خود حضرتِ ذات تعالیٰ و تقدس کے ساتھ ہے۔ اس معاملہ کی تفصیل جیسی کچھ اس نافہم کے فہمِ ناقص میں آئی ہے لکھی جاتی ہے، گوشِ ہوش سے سنیں کہ جب سالک کو صفاتِ واجبی میں جیسا کہ چاہیئے فنا و بقا حاصل ہوگئی اور صفات کو حضرتِ ذات کے ساتھ ایک ایسا قرب ہے کہ جس کی تعبیر لفظ لَا ھُوَ وَ لَا غَیْرُہٗ [66] اور سالک کو اس فنا کی وجہ سے جو اسے مرتبۂ صفات میں حاصل ہوئی ہے اس قرب سے حصہ پاکر وہ "قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ" کے قرب کے قابل ہوجائے گا اور حضرتِ ذات کے مقام میں فانی ہوجائے گا اور اس مرتبہ میں بقا حاصل کرے گا تو لامحالہ "اَوْ اَدْنیٰ" کے قرب کی بات کرے گا۔ اور اس معاملہ کی حقیقت کشف پر موقوف ہے تحریر و تقریر میں ہرگز نہیں آسکتی، اور اگر کچھ بیان کروں تو خدا جانے کوئی کیا سمجھے (لہٰذا اسی پر کفایت کرتا ہوں)۔ باقی رہا "دَنَا فَتَدَلّٰی" [67] (وہ جلوہ نزدیک ہوا اور خوب اتر آیا) کا راز وہ بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ تو قَابَ قَوسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ سے بھی زیادہ نازک مسئلہ ہے۔ اس لئے میں بیان کے میدان سے اپنے عنانِ قلم کو روک لیتا ہوں۔ کیونکہ عوام بلکہ خواص کا فہم بھی اس سے قاصر ہے۔

---

[66] یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات نہ عین ذات ہیں اور نہ اس کی غیر ہیں۔ عقائدِ نسفیہ از امام ابو حفص نسفی حنفیؒ

[67] سورۃ النجم (۵۳)، آیۃ ۸

کمالاتِ رسالت

جاننا چاہیئے کہ تجلی ذاتی دائمی میں تین درجے مقرر کئے گئے ہیں۔ پہلے درجے کو کمالاتِ نبوت کہا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اس درجے میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالاتِ نبوت کا منشا ہے۔ دوسرا درجہ کمالاتِ رسالت کا ہے اور اس میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالاتِ رسالت کا منشا ہے۔ اس مقام کا فیض سالک کی ''ہیئتِ وحدانی'' پر وارد ہوتا ہے۔ اس ہیئتِ وحدانی سے مراد عالمِ امر اور عالمِ خلق کا مجموعہ ہے۔ تصفیہ اور تزکیہ کے بعد ہر ایک کی ایک دوسری مجموعی ہیئت پیدا ہوگئی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص چاہے کہ مختلف التاثیر چند دواؤں کی ایک معجون مرکب تیار کرے تو وہ ہر دوا کو الگ الگ کوٹ چھان کر رکھ لیتا ہے، اس کے بعد سب دواؤں کو شکر یا شہد کے قوام میں ملا دیتا ہے۔ اس طرح ان دواؤں کی ایک دوسری ہیئت اور خواص پیدا ہوجاتے ہیں اور ان کا نام معجون ہوجاتا ہے۔ اسی طرح سالک کے لطائفِ عشرہ سے ایک دوسری ہیئت پیدا ہوجاتی ہے جو اس مقام میں اور دوسرے بلند مقامات میں بڑی ترقی کرتے ہیں۔

پھر اسی سال ماہ ذی الحجہ ۱۲۲۵ھ میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام کی ہیئتِ وحدانی پر توجہ فرمائی۔ اسی طرح ہر مقامِ فوقانی میں یکے بعد دیگرے مقاماتِ مجددیہ کے آخر تک ایک ایک ماہ توجہ فرماتے رہے اور کمالاتِ رسالت کا فیض وارد فرمایا اور اس مقام میں پہلے مقام سے زیادہ انوار کی کثرت، وسعت اور بیرنگی بھی بکثرت وارد فرمائی۔ اس مقام کی نسبت سابق مقامات سے اور ہر اوپر والے (فوقانی) مقام کی نسبت نیچے والے (تحتانی) مقام سے ایسی ہے جیسے مغز اور پوست کی۔

کمالاتِ اولو العزم

اس کے بعد تیسرے درجہ میں کہ جس سے مراد کمالاتِ اولو العزم ہے حضرت پیر دستگیرؒ نے توجہ فرمائی اور اس مقام کا فیض اپنی کمال بلندی اور کثرتِ انوار کے ساتھ ہیئتِ وحدانی پر وارد ہوا۔ چونکہ اس مقام میں اس ذات کا مراقبہ کرتے ہیں جو کمالاتِ اولو العزم کا منشا ہے اس لئے اس مقام میں قرآنِ کریم کے حروفِ مقطعات اور متشابہات کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور بعض اکابرؒ کو حبیبِ خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ کی اتباع کی وجہ سے محبت اور محبوب کے معاملہ میں جیسا کہ اوپر گذرا ان اسرار کا محرمِ راز بنادیتے ہیں، اور حضور انور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے پس خوردہ میں سے خاص نوازش نصیب فرماتے ہیں۔

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس مقام پر اپنے اس غلام کو اپنی خصوصی توجہ سے سرفراز فرمایا تو انہی دنوں ان حروفِ مقطعات میں سے ایک حرف غالباً حرف "ص" یا کوئی اور حرف جو اس وقت یاد نہیں رہا اس کے اسرار مجھ بدنام (مصنفؒ) پر ظاہر ہوئے۔ ان اسرار کے بیان کی گنجائش کسی بشر کے حوصلے سے ممکن نہیں اور اگر بیان کرے تو اس کی اس (بیان کرنے والے) کو تاب نہیں اور سننے والا ہوش کھو بیٹھے۔ اور بر تقدیر تسلیم اگر پیش کرنے کے لئے اس میں سے کچھ بیان کرنا چاہے تو ان اسرار کے بیان کرنے کے لئے عبارت کہاں سے لائے جو بیان کرے۔ اگر یہ اسرار ظاہر کرنے کے لائق ہوتے تو ضرور امام الطریقت حضرت مجدد الف ثانی [68] رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ان میں سے کچھ نہ کچھ بیان فرماتے۔ درویشوں میں سب سے زیادہ ذلیل بلکہ ان کے

[68] حالات کے لئے دیکھئے حاشیہ 49 صفحہ 43

لئے باعثِ ننگ، اس عاجز میں کیا ہمت ہے کہ ان چیزوں کا نام بھی لے سکے۔ لیکن جنابِ الٰہی جل شانہٗ کے شکر کے اظہار کے لئے اور حضرت پیر دستگیرؒ کے احسان کو ظاہر کرنے کے لئے اس قدر تحریر میں لایا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جس وقت سے باطن کا معاملہ ہیئتِ وحدانی کے ساتھ پڑتا ہے یعنی کمالاتِ رسالت سے، باطن کی ترقی محض خدا کے فضل سے ہوتی ہے اور کسی عمل کا بھی اس میں دخل نہیں ہوتا۔ اگرچہ تمام مقامات میں اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کے فضل کے بغیر کسی عمل سے ترقی ممکن نہیں ہے، البتہ اعمال مثل اسباب کے ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن ان مقامات میں تو اسباب کو بھی کوئی دخل نہیں ہے۔ اگرچہ بشری کدورتوں کو دور کرنے کے لئے ذکر پورا اثر رکھتا ہے لیکن ترقیِ باطن کے لئے اس سے نتیجہ نہیں نکلتا۔ مثلاً جب اسمِ ذات کے ذکر میں یا نفی اثبات یا تہلیلِ لسانی میں کوئی مشغول ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ان مقامات میں وہ ذکر نہیں پہنچتا اور راستے ہی میں رہ جاتا ہے۔ مگر جب لفظ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" تہلیل کے ساتھ ضم کیا جاتا ہے اور درود اس کے ساتھ شامل کرکے پڑھی جاتی ہے تو ضرور وہ اونچے مقامات میں ایک نوع کی قوت پیدا کردیتا ہے، بلکہ لفظِ مبارک "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی وسعت میں تہلیل سے زیادہ وسعت مفہوم ہوتی ہے۔ اور قرآن مجید کی وجہ سے ان مقامات میں ترقیات حاصل ہوتی ہیں اور سالک جس مرتبہ میں پہنچتا ہے قرآن مجید ہی کے ذریعہ سے پہنچتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ کمالاتِ اولو العزم دو طرف سے طے ہوتے ہیں اور اس معاملہ میں مرشد کو اختیار ہے، جس طرف سے چاہے سالک کو طے کرائے۔ ایک راستہ تو حقائقِ الٰہیہ کی طرف جاتا ہے اور اس سے مراد حقیقتِ کعبہ و حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ

صلوٰۃ ہے۔ اور دوسرا راستہ حقائقِ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کی طرف ہے اور اس سے مراد حقیقتِ ابراہیمی و حقیقتِ موسوی و حقیقتِ محمدی و حقیقتِ احمدی عَلَیْہِمُ السَّلَامُ ہے۔ حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر پہلے حقائقِ الٰہیہ کی طرف توجہ فرمائی لہٰذا میں نے بھی حقائقِ الٰہیہ کو حقائقِ انبیاءؑ پر مقدم جانا اور اسی کا ذکر کرتا ہوں۔

حقائقِ الٰہیہ

فصل: حقائقِ الٰہیہ کے بیان میں کہ جس سے مراد حقیقتِ کعبہ، حقیقتِ قرآن اور حقیقتِ صلٰوۃ ہے

حقیقتِ کعبہ

اتفاقاً محرم الحرام ۱۲۲۶ھ کے اواخر میں راقم (مصنفؒ) کو جبکہ کمالاتِ اولو العزم تک توجہ حاصل ہوئی تھی کہ رام پور جانا پڑا۔ پھر اسی سال ماہ جمادی الثانی میں جب اپنے حضور پر نورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ماہ رجب کے شروع میں حقیقتِ کعبہ کی توجہ فرمائی۔ اس مقام پر حضرتِ حق سبحانہ کی عظمت اور کبریائی مشہود ہوئی اور میرے باطن پر ایک عظیم ہیبت طاری ہوئی۔ اس مقام پر اس ذات پاک کا مراقبہ کرتے ہیں جو تمام ممکنات کی مسجود ہے۔ اور چند ہی روز کے بعد اس مرتبۂ مقدس میں فنا و بقا ایسی حاصل ہوئی کہ خود کو فنا و بقا کی اس شان سے متّصف پایا اور تمام ممکنات کی توجہ اپنی طرف دیکھی۔ اگرچہ کمالات کے مرتبے میں بہت زیادہ بیرنگیاں حاصل ہوئی تھیں لیکن اس مقام میں اتنی نہیں ہیں، تاہم باطن میں بلندی اور فراخی زیادہ سے زیادہ ہے۔ اور حقائقِ انبیاء میں بلندی اور فراخی کے باوجود حقائقِ الٰہیہ کے مقابلہ میں بیرنگی کم ہے۔ اس کا راز جیسا کہ میری عقلِ ناقص میں آتا ہے یہ ہے

کہ جب سالک کو اس مقام میں فنا و بقا مرتبۂ ذاتِ بحت میں میسر ہوجاتی ہے اور اس مقدس مقام کے اخلاق سے متّصف ہوجاتا ہے تو بیشک ادراک میں بھی ایک نوع کی ایسی قوت پیدا ہوجاتی ہے کہ جس کے باعث فوق کی نسبتوں کا تو ادراک کرلیتا ہے مگر ان فوقانی مقامات کی بیرنگی کو معلوم نہیں کرسکتا۔ ؏

کہ رستم را کشد ہم رخشِ رستم

ترجمہ: کہ رُستم کو اُسی کا رخش کھینچے

بات یہ ہے کہ کمالات کی نسبت اور فوق کی نسبتیں ایک ہی جنس کی معلوم ہوتی ہیں اگرچہ یہ جنسیت اور مناسبت صورت ہی صورت میں معلوم ہوتی ہے۔ اور کمالات میں بیرنگی اس وجہ سے ہے کہ سالک کو جس قدر ولایتِ فنا و بقا میں صفات و شیونات کا مرتبہ حاصل ہوچکا ہوتا ہے اسی قدر ادراک میں قوت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرتِ ذات کے مرتبے کا ادراک بہت دشوار ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ولایت کے کمالات اَور مرتبہ سے حاصل ہوئے تھے اور مرتبۂ نبوت کے کمالات اَور قسم سے ہیں، یہ دونوں آپس میں کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے اگرچہ صوری[69] ہی مناسبت کیوں نہ ہو۔

اور وہ جو بعض اکابر نے مرتبۂ ولایت کو مرتبۂ نبوت کا ظل (سایہ) فرمایا ہے وہ فقیر (مصنفؒ) کے نزدیک پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ جو کچھ کہ میں نے معلوم کیا وہ یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ البتہ مرتبۂ کمالات و حقائقِ الٰہیہ ثلاثہ کے درمیان ایک نوع کی نسبت ثابت ہے۔ بلکہ محققین نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ حقائقِ الٰہیہ کمالات کی بہ نسبت ایسی ہیں جیسے دریا کی موجیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے

[69] صورت کے اعتبار سے

کہ چونکہ کمالات میں تجلیاتِ ذاتی دائمی کا ظہور ہوتا ہے اس لئے ضرور ہر وہ نسبت جو کہ فوق سے تعلق رکھتی ہے مرتبۂ ذات سے خالی نہیں ہوسکتی، اسی لئے امواج کا اطلاق یہاں پر بالکل صحیح ہے۔ اور جو کچھ مجھ ناقص العقل کے فہم و ادراک میں آیا، وہ یہ ہے کہ حقائق کے مقام پر جو چیزیں ظاہر ہوتی ہیں وہ کمالات کی نسبت کے مقام پر ظاہر نہیں ہوتیں۔ مثلاً کعبہ معظمہ کی حقیقت میں عظمت و کبریائی کا ظہور ہوتا ہے اور تمام ممکنات کی مسجودیت اس طرح ظہور کرتی ہے کہ اس کے ادراک میں عقل بھی عاجز اور لنگ رہ جاتی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ ان بلند مراتب کا حصول بغیر مرشد کی توجہ کے نہایت ہی دشوار ہے اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ تَعَالىٰ (مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے)۔

حقیقتِ قرآن

اور جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر قرآنِ مجید کی حقیقت میں توجہ فرمائی تو میں نے اس مقام پر عظمت و کبریائی کے شاہی پردوں کے اندر اپنے کو پایا اور عالمِ مثال میں ایسا دیکھا کہ گویا میں خانۂ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا ہوں اور وہاں ایک زینہ رکھا ہے، میں اس زینے سے عروج کرکے حقیقتِ قرآن مجید میں داخل ہوگیا۔ اور حقیقتِ قرآنی سے مراد حضرتِ ذات کی بے چونی و بے کیفی کی وسعت و فراخی ہے، اور حضرتِ ذات سبحانہ کی وسعت اسی مقام سے شروع ہوتی ہے اور ایسے حالات و کیفیات ظاہر ہوتے ہیں جو کہ وسعت کے مشابہ ہیں، ورنہ اس مقام پر لفظِ وسعت کا اطلاق میدان کی تنگی ہے۔ اور محبوبِ حقیقی کی غنچہ دہنی کا شگفتہ ہونا اسی مقام میں معلوم ہوتا ہے۔ فَافْهَمْ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ (پس خوب سمجھ لو اور کسی قسم کی

کوتاہی نہ کرو)۔

اس مقام پر کلام اللہ کے مخفی راز ظاہر ہوتے ہیں۔ میں نے قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کو ایک بے پایاں سمندر پایا جو کعبۂ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ مگر ایک اور عجیب تر نکتہ سنو، کہ باوجود ان تمام مختلف قصص و حکایات اور اوامر و نواہی کے، قرأت کے وقت بہت سی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور بہت سے اسرار کھلتے ہیں اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کی قدرت و حکمت اور اس کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ دیکھو تمام عوام کی نصیحت و تعلیم کے لئے انبیاء عَلَیْهِمُ السَّلَامُ کی قصص و حکایات کا کیوں ذکر کیا گیا ہے اور بنی آدم کی ہدایت کے لئے احکامِ شریعت کیوں بیان فرمائے گئے ہیں۔ اور قرآن کریم کے حروف کے اندر کیا کیا کیفیات اور معاملات ہیں کہ حیرت پر حیرت ہوتی ہے۔ اور وہ ہر حرف میں ایک خاص شان کے ساتھ ظہور فرماتا ہے اور اپنے جانبازوں کے دلوں کا شکار کرتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ بیت [70]

نه حُسنش غایتے دارد نه سعؔدی را سخن پایاں
بمیرد تشنه مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ترجمہ
نہ اُس کے حُسن کی حد ہے نہ سعؔدی کی زباں گونگی
نہ خالی ہو گا دریا خواہ مر ہی جائے مستسقی

قرآنِ مجید کی قرأت کے وقت پڑھنے والے کی زبان شجرِ موسوی کا حکم رکھتی

[70] شیخ سعدی شیرازیؒ، دیوانِ اشعار، غزل ۵۸۶۔ پہلا مصرع اصل میں اس طرح ہے: نہ حُسنت آخری دارد نہ سعؔدی را سخن پایاں۔

ہے [71]، اور قرأت کے لئے تمام جسم زبان ہی زبان بن جاتا ہے۔ اور نسبت کی بلندی اس مقام پر تو اس درجہ کی ہے کہ گویا نہ صرف کمالات کی نسبت اپنی بلندی اور وسعت کے باوجود، بلکہ حقیقتِ کعبۂ معظمہ بھی (اپنی عظمت و کبریائی کے باوجود) حقیقتِ قرآن کے تحت میں نظر آتی ہے۔ اس مقام پر حضرتِ ذات کی بے چونی جو مبدأ وسعت ہے اس کا مراقبہ کیا جاتا ہے اور ان مقامات کا موردِ فیض سالک کی ہیئتِ وحدانی ہے۔

حقیقتِ صلوٰۃ

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے دائرۂ حقیقتِ صلوٰۃ میں توجہ فرمائی۔ اس دائرہ میں حضرتِ ذات کی وسعتِ بے چون کا کمال مشاہدہ ہوا۔ اپنی وسعت اور بلندی کی وجہ سے یہ مقام ایسا ظاہر کرتا ہے کہ حقیقتِ کلام مجید اس کا ایک جزو ہے اور دوسرا جزو حقیقتِ کعبہ ہے۔ اس مقام کی کیفیات اور واردات کوئی کیا بیان کرے، اور اگر کوئی کچھ بیان کرے بھی تو کون سمجھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

بطرازِ دامنِ نازِ او چه زخاکسارئِ ما رسد
نزد آں مژه به بلندئی که ز گردِ سرمه دعا رسد

ترجمہ

کہاں اُن کا دامن کہاں اپنی خاک
وہ رفعت کہ حدِّ دعا سے ہے پاک

[71] فَلَمَّآ أَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يّٰمُوْسٰىٓ اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (سورۃ القصص ۲۸، آیۃ ۳۰)۔ ترجمہ: جب موسیٰ (علیہ السلام) وہاں پہنچے تو وادیٔ (طور) کے دائیں کنارے سے بابرکت مقام میں (واقع) ایک درخت سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! بیشک میں ہی اللہ ہوں (جو) تمام جہانوں کا پروردگار (ہوں)۔

اس مقام پر حضرتِ ذات کی کمال وسعتِ بے چون کا مراقبہ کرتے ہیں۔ جو سالک اس حقیقتِ مقدس سے بہرہ ور ہوا ہے وہ ادائے صلوٰۃ کے وقت گویا اس دنیا سے باہر آجاتا ہے اور دوسری دنیا (عالمِ آخرت) میں چلا جاتا ہے اور رویتِ اُخروی کے مشابہ حالت حاصل کرلیتا ہے۔ تکبیرِ تحریمہ کے وقت دونوں جہان سے ہاتھ اٹھاکر دونوں جہان کو پس پشت ڈال کر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہوا حضرتِ سلطان ذیشان جلّ شانہٗ کے حضور میں حاضر ہوتا ہے اور حضرتِ حق جلّ جلالہٗ کی عظمت و کبریائی کی ہیبت سے خود کو محض ذلیل اور ناچیز سمجھ کر محبوبِ حقیقی پر قربان ہوجاتا ہے اور قرأت کے وقت وجودِ موہوب میں جو اس مقام کو سزاوار ہے موجود ہوکر حضرتِ حق سبحانہ کے ساتھ متکلم اور اس جنابِ مقدس سے مخاطب ہوتا ہے۔ گویا اس کی زبان شجرِ موسوی بن جاتی ہے جیسا کہ ابھی ابھی حقیقتِ قرآن کے سلسلے میں ذکر ہوا۔ اور جب وہ رکوع میں جاتا ہے تو حد درجہ خشوع ظاہر کرتا ہے اور مزید قرب سے ممتاز ہوجاتا ہے۔ اور تسبیح پڑھتے وقت ایک خاص کیفیت سے مشرف ہوتا ہے اور اس نعمت پر شکر کرتا ہوا قومہ کرتا ہے اور پھر حضرتِ حق سبحانہ کے حضور میں سیدھا کھڑا ہوجاتا ہے۔ قومے کا راز جیسا کہ میری فہمِ ناقص میں آیا ہے یہ ہے کہ چونکہ اب ادائے سجود کا قصد رکھتا ہے اس لئے قیام کے بعد سجدے میں جانا مزید عاجزی اور انکساری کا موجب ہے۔ جب وہ رکوع سے سجدے میں جاتا ہے تو سجدہ ادا کرتے وقت جو قرب اسے حاصل ہوتا ہے وہ بیان نہیں ہوسکتا، عقل اس کے ادراک سے عاجز و قاصر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساری نماز کا خلاصہ سجود ہی سجود ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے کہ "اَلسَّاجِدُ یَسْجُدُ عَلیٰ قَدَمِيَ اللّٰهِ" [72] (سجدہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دو قدموں پر سجدہ کرتا

---

[72] الجامع الصغیر، امام جلال الدین سیوطی

ہے)، اور آیۂ کریمہ ''وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ''[73] (سجدہ کر اور نزدیک ہو) اسی قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

سر در قدمش بردن ہر بار چہ خوش باشد
رازِ دلِ خود گفتن با یار چہ خوش باشد

ترجمہ
سر کو ہر بار اس کے قدموں پر جُھکانا خوب ہے
اس کے آگے دل کی باتیں لب پہ لانا خوب ہے

اور چونکہ قربِ سجود کے وقت یہ خیال ہوا تھا کہ عنقا (مطلوبِ حقیقی) دام میں آ پھنسا اس لئے پھر تکبیر کہتا ہوا جلسے میں بیٹھتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ میں اس کی عبادت کروں جیسا کہ اس کی عبادت کا حق ہے اور اس سے قریب ہو جاؤں جیسا کہ قریب ہو جانے کا حق ہے۔ اور جلسے میں گناہوں سے مغفرت کا سوال کرتا ہے اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡلِیۡ وَارۡحَمۡنِیۡ۔ پھر مزید قرب حاصل کرنے کے لئے سجدہ میں دوبارہ جاتا ہے، اور پھر تشہد میں بیٹھتا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی جناب میں شکر و تحیّات اس نعمتِ قرب کے احسان و انعام عطا ہونے پر پیش کرتا ہے، اور کلمۂ شہادتین اس لئے ہے کہ اس قرب کی دولت، توحید و رسالت کی تصدیق و اقرار کے بغیر محال ہے۔ پھر وہ درود شریف پڑھتا ہے اس لئے کہ یہ تمام نعمتیں حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی پیروی کے طفیل میں حاصل ہوئی ہیں۔ اور درودِ ابراہیمی اس لئے ہے کہ نماز ادا کرتے وقت محبوبِ حقیقی کے ساتھ خلوت حاصل ہوتی ہے۔ اور حضرتِ ابراہیم عَلیٰ

[73] سورۃ العلق (۹۶)، آیۃ ۱۹

نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ کی خاص ندیمی اور صحبت کہ جس سے مراد منصبِ خلّت ہے اس درود کی برکت سے وہ ندیمی و ہمنشینی طلب کی جاتی ہے۔ پس خوب سمجھ لو۔

جاننا چاہئے کہ جب نماز کے ادا کرتے وقت سنتوں کو اور نماز کے آداب کو جیسا کہ چاہئے بجا لایا جاتا ہے۔ مثلاً نماز کے آداب میں سے ہے کہ نماز میں قیام کے وقت سجدے کی جگہ پر اپنی نظر رکھے اور رکوع میں دونوں قدموں پر، سجدے میں ناک کے نرمہ پر، قعود (بیٹھنے) میں دونوں گھٹنوں پر اور اسی طرح دوسرے تمام آداب کی بھی رعایت کرے تو ضرور حقیقتِ صلٰوۃ جلوہ فرماتی ہے۔ اور یہ کہ بعض لوگ حضور و جمعیت کے لئے قیام میں آنکھیں بند کرکے متوجہ ہوتے ہیں، ان چیزوں سے لطائف کا حضور تو البتہ پیدا ہوجاتا ہے لیکن فوق کی نسبتوں کے ظہور کے لئے آنکھیں بند کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہاں ہر قسم کا حضور قالب ہی کے لئے ہوتا ہے اور قالب کا حضور سنت کے موافق آداب کی رعایت سے ہوتا ہے۔ اور نماز کے قیام میں آنکھوں کو بند کرنا بدعت ہے اگرچہ حضوری کے لئے جائز کیا گیا ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کی سماعت میں ہے کہ اگر خوش الحان شخص سے سنا جائے تو نسبتِ ولایت کا ظہور ہوتا ہے اور اگر درست پڑھنے والے سے سنا جائے تو فوق کی نسبتِ حقائق ظہور کرے گی۔ کیونکہ خوش آوازی سے قلب کو پوری پوری مناسبت ہے جو ضرور ظاہر ہوگی۔ اور اگر الفاظ کی فصاحت اور صحیح مخارج کی ادائیگی اور ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے خواہ خوش آوازی بھی نہ ہو تب بھی وہ حقائقِ فوقانی جلوہ گر ہوں گے۔

معبودیتِ صرفہ

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے "معبودیّتِ صرفہ" کے مقامِ مقدّسہ کی توجہ فرمائی۔ اس مقام میں قدم رکھنے کی گنجائش بالکل نہیں ہے، اور یہاں سیر قدمی تمام ہوگئی کیونکہ وہ مقاماتِ عابدیت میں سے تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی سے نظر کو موقوف نہیں کیا گیا اور سیر نظری ہوتی رہتی ہے۔

بلا بودے اگر ایں ہم نہ بودے

ترجمہ: مصیبت تھی اگر یہ بھی نہ ہوتا

پھر جب حضرت پیر دستگیرؒ نے اس عاجز پر اس عالی مقام میں توجہ فرمائی تو میں نے دیکھا کہ میں ایک مقام پر ہوں جس کے اوپر ایک بہت بڑا بلند اور بیرنگ مقام ہے۔ میں نے ہرچند چاہا کہ اس مقام پر پہنچ جاؤں لیکن نہ ہوسکا۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ مقام "معبودیتِ صرفہ" ہے کہ وہاں قدم رکھنے کی گنجائش نہیں مگر جہاں تک نظر پہنچے اس کو گنجائش ہے دیکھ لے۔ کیا خوب کہا ہے: بیت

ما تماشا کنانِ کوتہ دست
تو درختِ بلند و بالائی

ترجمہ
تو وہ سروِ بلند و بالا ہے
دیکھنے والے کیا بڑھائیں ہاتھ

اسی مقام پر کلمۂ طیبہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی کا راز جلوہ گر ہوا، اور صاف طور پر ظاہر ہوگیا کہ فی الحقیقت ہر طرح کی عبادت کا حق سوائے اللہ تعالیٰ کی احدیت کے کسی کو نہیں پہنچتا اگرچہ اسماء و صفات ہی کیوں نہ ہوں، اور تمام ممکنات کے لئے تو اس امر کی لیاقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، کَانَ مَن کَانَ (چاہے جو بھی ہو)۔ شرک کی یہاں کوئی حقیقت نہیں رہ جاتی بلکہ وہ بیخ و بن سے اُکھڑ جاتا ہے۔ جان لو کہ یہاں تک حقائقِ الٰہیہ کی سیر تھی، اب انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَامُ کی حقائق کا بیان ہوتا ہے۔ گوشِ ہوش سے سنو۔

حقائقِ انبیاء

فصل: حقائقِ انبیاء عَلَیۡہِمُ السَّلَام یعنی حقیقت ابراہیمیؑ و حقیقت موسویؑ و حقیقت محمدیؐ و حقیقتِ احمدیؐ کے بیان میں

جاننا چاہئے کہ جس طرح حقائقِ الٰہیہ میں ترقی اللہ تبارک و تعالیٰ کے محض فضل پر موقوف ہے اسی طرح حقائقِ انبیاء عَلیٰ نَبِیِّنَا وَ عَلَیۡہِمُ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ میں ترقی محبت پر موقوف ہے۔

حقیقتِ ابراہیمیؑ

جب حضرت پیر دستگیرؒ نے مجھ غلام کو حقیقتِ ابراہیمیؑ میں توجہ فرمائی اور اس ذات کا مراقبہ جو حقیقتِ ابراہیمیؑ کا منشاء ہے ارشاد فرمایا۔ حضرتؒ کی عنایت سے اسی ایک توجہ میں اس مقام کی کیفیت کا فیض ہوا، اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس عالی مقام، جس سے مراد خُلّتِ حضرتِ حق ہے، کے انوار و اسرار میں سے نزول ہوا۔ اس مقام پر حضرتِ حق سے ایک خاص اُنس اور مخصوص خلت ظاہر ہوئی اور یہی بات حضرتِ حق جَلَّتۡ وَ عَظَمَتۡ کی طرف سے اس بندے پر ظاہر ہوئی، اور جو کیفیت کہ اس مقام پر حاصل ہوئی وہ دوسرے مقاماتِ علیہ میں اس خصوصیت و کیفیت کے ساتھ ظاہر نہیں ہوئی۔ اور یہ چیز فضلِ الٰہی کی جزئی فضیلت کی ایک قسم ہے۔ کیونکہ اس مقام

پر محبوبیتِ صفاتی جلوہ گر ہوتی ہے اور حقیقتِ محمدیؐ اور حقیقتِ احمدیؐ میں محبوبیتِ ذاتی۔ اور اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ متعالی جس طرح وہ اپنے آپ کو دوست رکھتی ہے اسی طرح اپنی صفات کو بھی دوست رکھتی ہے۔ پہلی قسم میں حقیقتِ محمدیؐ اور حقیقتِ احمدیؐ ہے اور دوسری قسم خلّت کے نام سے موسوم ہے اور وہ حقیقتِ ابراہیمیؑ کہلاتی ہے۔ محبوبیتِ صفاتی ایسی ہے جیسے خط و خال و قد و رخسار کی محبوبیت۔ اسی لئے اس مقام میں کامل بے رنگی نہیں ہے جیسی محبوبیتِ ذاتی میں، جسے ہم انشاء اللہ ابھی بیان کریں گے۔

اس مقام (خلّتِ ابراہیمیؑ) پر میں نے حضرت پیر دستگیرؒ کو ایک خاص شان میں دیکھا اور یقین ہوا کہ وہ اس مقامِ عالی میں صاحبِ منصب ہیں۔ پھر یہ بات میں نے حضور پرنورؒ کی خدمتِ عالی میں عرض کی تو فرمایا کہ ہاں میں بھی حضرت ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سے اپنی ایک خصوصیت پاتا ہوں لیکن سوائے حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ وَ لِلّٰہِ دَرُّہٗ مَا اَحْسَنَ صَدْرُہٗ (اللہ رے اس کی نیکی اور کیا ہی عمدہ ان کا سینۂ مبارک)۔

اس مقام پر سالک کو حضرتِ ذات سے ایسا اُنس پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ دوسری طرف رُخ ہی نہیں کرتا اگرچہ وہ اسماء و صفات ہی کیوں نہ ہوں اور دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا خواجہ مشائخ کبارؒ کے مزارات ہی کیوں نہ ہوں اور حق سُبْحَانُہٗ تَعَالٰی کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا اگرچہ ارواح و ملائکہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس مقام پر درودِ ابراہیمی کا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے بار بار بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

حقیقتِ موسویؑ

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے محبتِ ذاتیہ صرفہ کے دائرے میں توجہ فرمائی اور اس جگہ کمالِ ذاتی کا مراقبہ جو حقیقتِ موسویؑ کا منشا ہے اور خود اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے، ارشاد فرمایا۔ اس مقام کی کیفیت پوری قوت کے ساتھ وارد ہوئی اور اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات پاک سے محبت و دوستی جس سے حقیقتِ موسویؑ مراد ہے ظاہر ہوئی، اور وہ جو بعض بزرگوں نے حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ کے لئے محبوبیت ثابت کی ہے، اگر اس سے مراد اِن بزرگوں کی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ حضرتِ حق سبحانہ کے محبوب ہیں تو ہم تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ نبوت، رسالت اور اولو العزم کا مرتبہ بغیر محبوبیت کے حاصل نہیں ہوتا، اور انبیاء عَلَيْهِمُ السَّلَامُ حضرتِ حق سبحانہ کے محبوب اور مراد ہیں اور ان کا راستہ اجتباء کا راستہ ہے اور یہ بات ہمارے مطلب کے منافی و مخالف نہیں ہے۔ لیکن اگر اُن کی مراد یہ ہے کہ حقیقتِ موسوی ہی محبوبیتِ ذاتی ہے جس طور سے کہ حضرت مجدد رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے حقیقتِ احمدیؐ کو قرار دیا ہے تو یہ محل تامل ہے اور مجھ نافہم کے ناقص فہم میں نہیں آتا۔ اور یہ ہمارے طریقے کے آقا اور ان کے اتباع کرنے والوں کے کشف کے بھی خلاف ہے۔

ایک روز اس کمترین نے اپنے احباب میں سے ایک صاحب پر اس مقام کی توجہ دی تو بے اختیار مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور بے ساختہ میری زبان پر یہ آیتِ کریمہ جاری ہوگئی: رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ [74] (اے رب دکھا مجھے اپنے آپ کو کہ میں تیری طرف نظر کروں)۔ اگرچہ ان مقاماتِ عالیہ میں ایسے الفاظ کا ظہور کم ہوتا ہے

[74] سورۃ الاعراف (۷)، آیۃ ۱۴۳

لیکن یہ اس مقام کی خصوصیات میں سے ہے اور عجب یہ ہے کہ اس مقام پر محبتِ ذاتی کے ظہور کے باوجود استغناء اور بے نیازی کی شان بھی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ضدّین کا اجتماع ہے اور اسی سے یہ راز ظاہر ہوتا ہے کہ بعض موقعوں پر حضرت موسیٰ عَلیٰ نَبِیِّنَا وَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ سے بعض جرأت آمیز کلمات صادر ہوئے جو بظاہر گستاخانہ معلوم ہوتے ہیں تو وہ امر واقعہ ہے اور علم تو اللہ سبحانہ کو ہے۔ اس مقام پر اس درود شریف سے ترقی ہوتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ عَلیٰ جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلیٰ کَلِیْمِکَ مُوْسیٰ۔

حقیقتِ محمدیؐ

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے حقیقت الحقائق میں اس غلام پر توجہ فرمائی۔ اس سے مراد حقیقتِ محمدی عَلیٰ صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ہے۔ اور اس مقام میں اس ذات کا مراقبہ ارشاد فرمایا جو آپ ہی اپنا محب بھی ہے اور محبوب بھی اور حقیقتِ محمدیؐ کا منشاء بھی ہے۔ اس جگہ حضرت پیر دستگیرؒ کی عنایت و مہربانی سے محبّیت جو محبوبیت سے ملی ہوئی ہے اس کا ظہور ہوا۔ اور اس دائرہ میں ان دو مرتبوں کے اجتماع کا بیان ایک خاص کیفیت رکھتا ہے جو تحریر میں پورے طور پر نہیں آسکتی۔ اس مقدس مقام پر فنا اور بقا حاصل ہوئی اور دین و دنیا کے سردار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایک خاص اتحاد میسّر ہوا، اور سیّدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے طفیل میں مجھے اس مرتبے پر پہنچایا گیا اور وہ اسرار ظاہر کئے گئے کہ ان کا اظہار فتنے کے بیدار کرنے کا موجب ہوگا۔

رفعِ توسط کے معنی جس کے اکابر اولیاء قائل ہیں اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اس صاحبِ مقام کو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ ایسا تعلق ہوجاتا ہے کہ دونوں (صاحبِ مقام اور حضور عَلَیۡہِ الصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ) ایک ہی محبوب کے ہم کنار و ہم آغوش ہیں۔ اور اس سب کے باوجود اس کو حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ سے ایک خاص قسم کی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور امام الطریقہ حضرت مجدد رَضِيَ اللّٰہُ عَنۡہُ کے اس قول کا راز بھی اس مقام میں کُھلتا ہے جو آپؒ نے فرمایا ہے کہ "خدائے جل شانہٗ کو میں اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمدؐ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کا پروردگار ہے۔"

اور اسی مقام پر ہر چھوٹے بڑے اور دین و دنیا کے تمام معاملات میں حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ مشابہت اور مناسبت اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت پیر دستگیر رَضِيَ اللّٰہُ عَنۡہُ خود بھی حدیث پر عمل کی پوری رغبت رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کا شوق اور ترغیب دلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس مقام پر ایسی رسائی اور بزرگی عطا فرمائی ہے کہ حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی اتباع کی وجہ سے ان کی مجلس ایسی معلوم ہوتی ہے جیسی صحابۂ کرام رِضۡوَانُ اللّٰہِ عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ کی محفل۔ اور وہ جو بعض صحابہ کرام (مثلاً حضرت حنظلہ) رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنۡہُمۡ فرماتے ہیں کہ ہم جس وقت حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی محفلِ مقدس میں حاضر ہوتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "گویا کہ ہم اپنی آنکھوں سے مغیبات کا مشاہدہ و معائنہ کررہے ہیں۔" اس مقام کا حال بھی اسی جیسا ہے۔ راقم الحروف (مصنف) عُفِيَ عَنۡہُ کہتا ہے کہ حضرت پیر دستگیرؒ کے حضور پرنور میں یہ معاملہ بارہا مجھ پر گذرا ہے۔ فَہِمَ مَنۡ فَہِمَ (سمجھا جس نے سمجھا)۔

حقیقتِ احمدیؐ

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے بندے پر حقیقتِ احمدی عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ میں توجہ فرمائی، اور یہاں اس ذات کا مراقبہ جو آپ ہی اپنا محبوب ہے اور حقیقتِ احمدیؐ کا منشاء بھی ہے، ارشاد فرمایا۔ اس مقام پر نسبت کی بلندی انوار کی شعاعوں کے ساتھ ظہور فرماتی ہے، اور یہاں محبوبیتِ صرف کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک دن یہ عاجز حضرت پیر دستگیرؒ کے حلقے میں حاضر تھا کہ اس مقامِ عالی کی طرف متوجہ ہوا تو یہ واقعہ پیش آیا کہ خود کو محض عریاں رحمٰن جلّ شانہ کے سامنے پڑا ہوا پایا۔ اس سے زیادہ میں اور کیا ظاہر کروں۔

ایک مدت سے اس مسکین کے کمزور دل میں یہ خطرہ گذرتا تھا کہ حضرت مجدد رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نے ایک جگہ تحقیق فرمائی ہے کہ حقیقتِ کعبہ معظمہ بعینہٖ حقیقتِ احمدیؐ ہے۔ یہ بات میری فہمِ ناقص میں نہ آتی تھی کیونکہ حقیقتِ کعبہ تو حقائقِ الٰہیہ میں سے ہے اور حقیقتِ احمدیؐ حقائقِ انبیاءؑ میں سے ہے، پس یہ دونوں کس طرح ایک ہوسکتی ہیں۔ ایک روز میں حقیقتِ احمدیؐ میں متوجہ تھا کہ یکایک میں نے دیکھا کہ حقیقتِ کعبہ کا ظہور ہوا اور آواز آئی کہ عظمت اور کبریائی بھی محبوبیت کا خاصہ ہے اور محبوبیت اور مسجودیت دونوں حضرتِ حق جَلَّ شانہٗ کے شیونات میں سے ہیں۔ پس حضرت صاحب الطریقہؒ کے کلام میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور میں نے حضرت پیر دستگیرؒ کو اس مقام میں ایک خاص شان کے ساتھ پایا۔ اور اس مقام پر محبوبیتِ ذاتی ظاہر ہوتی ہے جس طرح کہ مقامِ خُلّت میں محبوبیتِ صفاتی ہوتی ہے۔ اور محبوبیتِ ذاتی کے معنی یہ ہیں کہ اپنے محبوب کو اس کی صفاتِ جمیلہ مثلاً خط و خال وغیرہ سے قطع

نظر کر کے دوست رکھیں، فقط اس کی ذات میں ایسی بات ہوتی ہے جو موجبِ تعشق ہوتی ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔ بیت [75]

شاہد آں نیست کہ موے و میانے دارد
بندۂ طلعتِ آں باش کہ آنے دارد

ترجمہ
محبوب وہ نہیں ہے کہ موے و کمر رکھے
بندے بنو تم اس کے کہ ہو جس کی آن اور

اس مقام پر یہ درود شریف ترقی بخشتا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلیٰ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَفْضَلَ صَلَوٰتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

حبِّ صرفہ

اس کے بعد حضرت پیر دستگیرؒ نے اس غلام پر حبِّ صرفہ ذاتیہ میں توجہ فرمائی اور اسی کا مراقبہ ارشاد فرمایا۔ اس مقام پر نسبتِ باطن میں کمال بلندی و بے رنگی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ یہ مقام بھی حضرتِ اطلاق و لاتعین سے بہت ہی قریب ہے، اور یہ بھی ہمارے آقا حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مخصوص مقاموں میں سے ہے۔ دوسرے انبیاء کرامؑ کے حقائق میرے نزدیک اس مقام پر ثابت نہیں ہوتے، کیونکہ حضرت امامِ ربانی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے نزدیک حضرتِ لاتعین کے ساتھ جو پہلا

[75] حضرت خواجہ حافظ شیرازی قُدِّسَ سِرُّہٗ، غزلیات، غزل شمارہ ۱۲۵

تعین لاحق ہوا ہے وہ تعینِ حُب ہی ہے، اور اسی پہلے تعین کو حقیقتِ محمدی (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) قرار دیا گیا ہے۔

لا تعیّن

ان تمام مراتب کے بعد مرتبۂ لاتعین و حضرتِ اطلاق کا مرتبہ ہے۔ اس مقام پر بھی حضرت پیر دستگیرؒ نے اپنے اس غلام کو اپنی خاص توجہ کے ساتھ سرفراز فرمایا اور یہ مقام بھی حضرت رسالت پناہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مقاماتِ مخصوصہ میں سے ہے۔ یہاں پر بھی سیر قدمی نہیں ہوتی لیکن سیر نظری ضروری ہوجاتی ہے۔ مگر نظر کہاں تک کام کرے گی۔ کسی نے خوب کہا ہے:

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسن تو بسیار
گل چینِ بہار تو ز دامانِ گلہ دارد

ترجمہ
ہیں پھول ترے حسن کے ہر سمت شگفتہ
کوتاہ نگاہی سے مجھے اپنی گلہ ہے

یہ ہے ان مقامات کے سلوک کا بیان جو حضرت پیر دستگیرؒ نے اس شرمسار غلام کو ان مقامات پر اپنی توجہ سے ممتاز فرمایا ہے۔ اگر میں اپنی تمام عمر اس احسان کے شکر میں صرف کردوں اور خود کو ان کے قدموں کی خاک بناکر اپنا نام و نشان بھی مٹادوں تب بھی میں ہزاروں میں سے ایک شکریہ ادا نہ کرسکوں گا۔[76]

[76] حضرت شیخ ابو سعید ابوالخیر قُدِّسَ سِرُّہٗ، رباعیات

گر بر تنِ من زبان شود ہر موئے
یک شکرِ تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ

ہر رُواں ہو زبان تو شکر ترا
ایسی سَو سَو زبان سے ہو نہ ادا

خصوصی مقامات

فصل: بعض ان مقامات کے بیان میں جو راہِ سلوک سے علیٰحدہ ہیں۔ اور ان میں سے بعض میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اس بندے پر توجہ فرمائی۔ شکر کے اظہار کے لئے ان کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔

دائرہ سیفِ قاطع

واضح رہے کہ سیفِ قاطع کا دائرہ ولایت کبریٰ کے دائرے کے بالمقابل ہے۔ اگرچہ اس بندے کو اس دائرے میں حضرت پیر دستگیرؒ نے توجہ نہیں فرمائی، لیکن اس غلام نے حضرت پیر دستگیرؒ سے اس دائرے کے حالات دریافت کئے تھے اور اس دائرے کی وجہ تسمیہ بھی دریافت کی تھی، تو ارشاد فرمایا کہ سیفِ قاطع نام اس لئے ہے کہ جب سالک اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو وہ اس کی ہستی کو شمشیر براں کی طرح کاٹ کر نیست و نابود کردیتا ہے اور سالک کا نام و نشان تک نہیں چھوڑتا، اس لئے اس دائرے کا سیفِ قاطع نام پڑا۔

دائرۂ قیومیت

معلوم رہے کہ دائرۂ قیّومیت، کمالاتِ اولو العزم کے دائرے سے نشو و نما پاتا ہے۔ اگرچہ یہ دائرہ بھی راہِ سلوک میں واقع ہے لیکن حضرت پیر دستگیرؒ کے معمول میں اس کی توجہ نہیں تھی۔ اور اس کا راز یہ ہوسکتا ہے کہ قیومیت انبیائے اولو العزم عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا منصب ہے اور اس امتِ مرحومہ میں اس عظیم الشان منصب پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الفِ ثانی رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ اور حضرتِ ایشان (حضرت خواجہ محمد معصوم رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ) اور ان کے فرزندوں اور خلفاء میں سے بعض کو سرفراز فرمایا ہے۔ چنانچہ اس زمانے میں ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ بھی قیومِ زماں اور قطبِ دوراں ہیں۔ پس جس کسی کے لئے مشیتِ ایزدی ہوتی ہے اس منصب پر سرفراز فرمادیا جاتا ہے، اس میں توجہ کی کوئی حاجت نہیں۔

ایک دن پیرانِ کبارؒ کی فاتحہ پڑھ کر جب میں اس دائرے کی طرف متوجہ ہوا تو ایسے احوال اور اسرار درمیان میں آئے کہ زبان سے بیان کرنا درست نہیں ہے۔ اس دائرے میں ایک خاص فیض سے مشرف ہوا، اور جب یہ بات حضور پرنورؒ سے عرض کی تو فرمایا کہ تم اس دائرے میں متوجہ رہا کرو۔ آپ کی اس بات سے میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت پیر دستگیرؒ کے سر کے تصدق سے مجھ کو اس دائرے کے فیض سے بھی سرفراز فرمائے گا۔ بیت [77]

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

[77] خواجہ حافظ شیرازیؒ (ف ۷۹۲ھ)

ترجمہ

پھر اگر روح القدس کا فیض فرمائے مدد
دوسرے بھی وہ کریں جو کچھ مسیحا نے کیا

الحمد للہ کہ ایک مدت کے بعد ۱۲۳۳ھ میں ماہ جمادی الاوّل کے وسط میں حضرت پیر دستگیرؒ نے اس بندے کو قیومیت کی بشارت دی اور ارشاد فرمایا کہ "چونکہ مجھے الہام ہوا ہے اسی لئے میں نے تم کو یہ خوشخبری دی ہے۔" اور آخری مرض میں بندہ کو لکھنؤ شہر سے طلب کیا اور فرمانِ عالی شان بندہ کی طلب کے واسطے بھی بھیجا۔ جو مکاتیب و سرفرازنامے بندے کے نام پر روانہ فرمائے ان میں بھی اس عالی منصب کی بندہ کو بشارت عطا فرمائی۔ ان میں سے دو مکتوبات تبرکاً یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

پہلا مکتوب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بخدمت شریف صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابو سعید سَلَّمَکُمۡ رَبُّکُمۡ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ۔ اس وقت اس فقیر پر مرض خارش اور کمزوری اور شدتِ تنفس اس قدر غالب ہوگئی ہے کہ اٹھنا بیٹھنا بھی بہت دشوار ہوگیا ہے، علاوہ ازیں دردِ کمر اس قدر لاحق ہوا ہے کہ ادائے نماز بحالتِ اِقعا [78] دشوار بلکہ محال ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین [79] صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ ابو سعید صاحب کا اس وقت آپ کے پاس ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ پس اس وقت امراض کی شدت

[78] زمین پر دونوں ہاتھ رکھ کر گھٹنے کھڑے کرکے سرینوں کے بل بیٹھنا
[79] آپ کا تعارف صفحہ ذ حاشیہ 2 میں ہے۔

اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی، اور میرے ستّہ ضروریہ [80] میں پورا پورا خلل واقع ہوگیا ہے۔ پس اس وقت آپ کا آنا بہت ہی مناسب ہے۔ لہٰذا بہت جلد تشریف لے آؤ۔ اس سے قبل متواتر خطوط اور جدید تبرکات روانہ کئے گئے، تعجب ہے کہ آپ نے یہاں آنے کا قصد نہیں کیا۔ اس فقیر کی صحت بظاہر محال معلوم ہوتی ہے۔ افسوس ہے کہ تم اس قدر تاخیر کررہے ہو۔ ع

خوباں دریں معاملہ تاخیر می کنند [81]

ترجمہ: اچھے ہی اس معاملے میں دیر کرتے ہیں

میں دیکھ رہا ہوں کہ اس عالیشان خاندان کے مقامات کا آخری منصب تمہارے متعلق کیا گیا ہے۔ اور اس سے قبل اپنی سابق بیماری میں میں نے دیکھا تھا کہ تم میری چارپائی پر بیٹھے ہو اور منصبِ قیومیت تم کو عطا کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان توجہاتِ عجیبہ غریبہ کے قابل تمہارے سوا اور کوئی نظر نہیں آتا۔ اس لئے اس خط کے دیکھتے ہی تن تنہا اس طرف روانہ ہوجاؤ اور برخوردار احمد سعید[82] کو اپنی جگہ چھوڑ آؤ۔ اور دعائے حسنِ خاتمہ اور درود شریف اور استغفار اور ختم کلمۂ طیبہ اور قرآن مجید اور ختم شریف پیرانِ کبارؒ اور جان افزا ملاقات اور اتباعِ حبیبِ خدا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے امداد کرو۔ والسلام۔

آپ کا پہلا مکتوب شریف یہاں ختم ہوگیا۔

[80] تنفس، کھانا، پینا، سونا جاگنا، حرکت و سکون، پاخانہ پیشاب، رنج و راحت

[81] خواجہ حافظ شیرازیؒ۔ اصل مصرع اس طرح ہے "خوباں درایں معاملہ تقصیر می کنند"

[82] حضرت شاہ احمد سعید مجددی فاروقی دہلوی ثم مدنی (ف ۱۲۷۷ھ)، فرزند شاہ ابو سعید مجددی اور خلیفہ شاہ غلام علی دہلوی، قُدِّسَ سِرُّھُمْ

دوسرا مکتوب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بجناب صاحبزادہ عالی نسب والا حسب حضرت شاہ ابو سعید صاحب و احمد سعید صاحب جَعَلَھُمَا اللّٰہُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (اللہ تعالیٰ ان دونوں کو متقین کا پیشوا بنائے)۔ بعد از سلام مسنون اور عافیت سے بھری ہوئی دعا کے بعد واضح کیا جاتا ہے کہ فقیر کے مکرر خطوط تمہارے بلانے کے لئے بھیجے گئے، معلوم نہیں کہ تم تک پہنچتے ہیں یا راستے ہی میں ضائع ہوجاتے ہیں۔ فقیر کی حالت بہت ہی نازک ہے، بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں رہی، امراض کا ہجوم ہے اور صدائے کوچ بلند۔ فقیر کی بجز آپ کے دیدار کے اور کوئی آرزو بھی نہیں، بلکہ غیب سے القا ہورہا ہے کہ ابو سعید کو طلب کرنا چاہیئے، اور حضرت مجدد رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ کی روحِ مبارک بھی اس پر باعث ہے۔

اور میں نے دیکھا کہ تم کو میں نے اپنی دائیں ران پر بٹھایا ہے اور وہ منصب جس کے آثار عنقریب تم پر وارد ہوں گے تمہارے سپرد کیا ہے۔ یہ خانقاہ تم کو مبارک ہو، بہت جلد تشریف لائیں اور تَوَکُّلاً عَلَی اللّٰہ یہاں بیٹھ جائیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے پیرانِ کبارؒ کے صدقے میں مجھ کو بخش دیا تو توجہ اور ہمت سے میں قاصر نہیں ہوں۔ غیب سے جو کچھ برآمد ہو اپنی اور اپنے متعلقین کی ضرورتوں میں صرف کریں اور باقی ماندہ فقراء پر تقسیم فرمادیں۔ خانقاہ والے اور شہر کے اکثر لوگ تمہارے ہی خواہاں ہیں،

جیسے احمد یار [83]، ابراہیم بیگ، میر خورد، مولوی عظیم [84] اور مولوی شیر محمد [85]۔ بلکہ تمام لوگ شہر کے بار بار کہتے ہیں کہ میاں ابو سعید خانقاہ کی سکونت و بود و باش کے لائق ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز [86] صاحبؒ اور شہر کے اکثر رؤساء آپ کے اخلاقِ حسنہ اور مسکنت طبع اور شکستہ حالی و سادگیِ مزاج اور امانتداری اور ذکر و شغل اور صبر و تحمل پر اعتماد کرکے آپ کے بلوانے کو بلا شرکت احدے صحیح و درست سمجھ رہے ہیں۔ بہرحال اس طرف آنے کا عزم مصمم فرمائیں، پینس یا گاڑی پر تشریف لائیں، کہاروں کی اجرت یہاں سے دی جائے گی۔ اہلِ خانقاہ اس امر پر متفق ہیں کہ آپ ہی کو طلب کیا جائے اور مجھ کو بھی الہام ہوا ہے کہ اس کام کی قابلیت صرف آپ ہی میں ہے۔ چند بار استخارہ کرکے تشریف لے آئیں۔ کسی دوسرے کی ضرورت نہیں۔ یہاں رہو اور طریقۂ شریفہ کو رواج دو، اور روزگار و معاش کی تدبیر بحوالہ خدا کرو۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْل [87] (ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے) خدائے تعالیٰ کا وعدہ کافی ہے، آؤ اور آرام اٹھاؤ۔ ہمارا اب آخری وقت ہے، ہمارے باقی ماندہ چند سانس کو پاؤ اور فیض اٹھاؤ۔ شاید یہ آرزو پوری ہوجائے۔ بیت

[83] حضرت احمد یار رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ سوداگر تھے اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّهٗ سے نسبت و خلافت حاصل کی تھی۔ ان کی قبر خانقاہ مظہریہ دہلی میں ہے۔ مقامات مظہری

[84] حضرت مولانا محمد عظیم رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّهٗ کے خلیفہ تھے اور ان کے وصال کے بعد حرمین شریفین چلے گئے اور وہیں انتقال کیا۔ مقامات مظہری

[85] حضرت مولانا شیر محمد رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قُدِّسَ سِرُّهٗ کے خلیفہ تھے۔ ان کی صحبت میں رہتے ہوئے ظاہری علم بھول گئے اور پھر دوبارہ علم کی طرف رجوع کیا۔ ہجرت کی نیت سے حرمین شریفین کی طرف روانہ ہوئے لیکن ملتان پہنچ کر وفات پائی۔

[86] حالات کے لئے دیکھئے حاشیہ 5 صفحہ ر

[87] سورۃ آل عمران (۳)، آیۃ ۱۷۳

مرگ آرزو کنم چو شوی مہربانِ من
یعنی بہ بختِ خویش مرا اعتماد نیست

ترجمہ
گر تم ہو مہربان تو ہے مطلوب مجھ کو موت
قسمت پہ یعنی مجھ کو نہیں اعتماد کچھ

یہ واقعہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت مجدد رَضِيَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے انتقال پُرملال کے وقت دونوں حضرات [88] حاضر ہیں اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ ان دونوں حضرات میں سے اپنی جانشینی کے واسطے ایک کو متعین فرما دیں تاکہ جناب کے بعد کسی قسم کا نزاع وقوع میں نہ آئے۔ اگرچہ میں نے وصیت نامے میں ہر سہ میاں صاحبان [89] و دیگر معزز حضرات کی شہادت کے ساتھ تمہارے نام کو اولیٰ و ایلق لکھا ہے و لیکن اب میں تم کو ترجیح دے کر متعین کرتا ہوں۔ برخوردار احمد سعید کو وہاں چھوڑ کر اس خط کے پہنچتے ہی سب کو جواب دیکر ہمارے پاس آجاؤ۔ ہماری قبر اسی مکان کے صحن میں ہوگی اور تبرکات ہمارے سرہانے تنگ گنبد میں رکھے جائیں اور تمہارے متعلقین جب چاہیں یہاں آکر دونوں حویلیوں میں رہیں اور تم اس جگہ ہمارے مزار پر رہو۔ اور خانقاہ کے سارے اخراجات تمہاری رائے کے موافق ہوں گے، جس طرح تم مناسب سمجھو صرف کرو۔ تحمل اور بردباری سے کام لو، اور دعا حسنِ خاتمہ اور جان افزا ملاقات اور اتباعِ حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ سے یاد رکھو۔ والسلام۔

آپ کا کلام شریف ختم ہوا۔

---

[88] یعنی حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَيْہِمَا

[89] شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر و شاہ عبدالعزیز رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَيْہِمْ، فرزندانِ گرامی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ

حقیقتِ صوم

اب معلوم رہے کہ حقیقتِ صوم (روزہ) کا دائرہ حقیقتِ قرآنی کے مقابل واقع ہوا ہے۔ ۱۲۲۷ھ کے ماہ رمضان المبارک میں حضرت پیر دستگیرؒ نے بندے کو اس حقیقتِ عالی میں توجہ فرمائی۔ اس عالی حقیقت کے آثار و انوار اس ذرۂ بے مقدار پر وارد ہوئے، اور ایک خاص قسم کی عدمیت و نیستی اور باختصاص صمدیت و بے نیازی کا ظہور ہوا اور اس حقیقت سے میں نے بہت زیادہ لطف اٹھایا۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ۔

ضمنیت

جاننا چاہئے کہ برسوں سے میری آرزو تھی کہ حضرت پیر دستگیرؒ اس بندے کو اپنی ضمنیت سے سرفراز فرمائیں، کیونکہ آپ کی ضمنیت بعینہٖ حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی ضمنیت ہے، اس لئے کہ حضرت پیر دستگیرؒ کو حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید قبلہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ نے اپنی ضمنیت کی بشارت دی تھی اور حضرت میرزا صاحب قبلہؒ[90] کو حضرت شیخ الشیوخ خواجہ محمد عابد سُنّامی[91] رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ سے ضمنیت حاصل ہوئی تھی اور انھوں نے پیغمبر خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی ضمنیت کبریٰ کا امتیاز حاصل کیا تھا۔

[90] حالات کے لئے دیکھئے حاشیہ 56 صفحہ 56

[91] حضرت شیخ الشیوخ خواجہ محمد عابد سُنّامی قُدِّسَ سِرُّہٗ حضرت خواجہ عبدالاحد وحدت سرہندی قُدِّسَ سِرُّہٗ کے اعاظم خلفاء میں سے تھے۔ کثیر العبادت تھے اور تہجد کی نماز میں روزانہ ساٹھ مرتبہ سورہ یاسین پڑھتے تھے۔ آپ سے کثیر لوگوں نے فیض حاصل کیا اور آپ کے بہت خلفاء ہوئے۔ آپ نے ۱۸ رمضان المبارک ۱۱۶۰ھ کو وصال فرمایا۔

حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت فیضدرجت میں بارہا میں نے عرض کیا تب جاکر ۱۲۳۰ھ کے ماہ صفر میں بندہ نے حضرتؒ کے روبرو اوّابین کے نوافل میں پورا قرآن مجید ختم کیا۔ ختمِ قرآن مجید کے بعد حضرتؒ نے بندہ سے ارشاد فرمایا کہ ہم سے جو چیز مانگنی ہو مانگو۔ بندے نے عرض کیا کہ حضرت کی ضمنیت کا امیدوار ہوں، اس پر آپؒ نے بڑی نوازش سے بندہ کو اپنے قریب بلاکر اپنے سینۂ مبارک سے لگایا اور دیر تک توجہ فرماتے رہے۔ اس وقت مجھ پر ایسے احوال وارد ہوئے کہ ان کا اظہار ناممکن ہے اور حضرت پیر دستگیرؒ کے انوار مبارک میں ایسا استغراق ہوا کہ میں نے دیکھا کہ میرا باطن آئینہ کی مانند حضور کے باطنِ مبارک کے محاذی و مقابل ہوا، اور جو کچھ بھی حضرت کے باطن میں موجود ہے بعینہٖ میرے باطن میں اس طرح نمودار ہوا کہ ہر دو باطن میں کوئی فرق باقی نہیں رہا۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ سُبْحَانُہٗ (مگر جو اللہ پاک نے چاہا) میں اپنے پیر دستگیرؒ کے قربان جاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں کیا ہی کمال اور کیا ہی قوت بخشی ہے کہ وہ اس ناپاک کتے کو ایک ہی توجہ سے اقربیت کے مرتبے پر پہنچادیتے ہیں اور بے بال و پر کی چڑیا کو سفید چمکدار باز بھی بنادیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے برکات عطا فرمائے اور ان کے کمالات سے نفع پہنچائے اور مجھ کو دارین میں ان کے خدمتگار غلاموں سے بنائے اور اس دعا پر آمین کہنے والے پر بھی رحم فرمائے۔ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

اجازت نامہ

چونکہ حضرت (شاہ غلام علی دہلوی مجددیؒ) نے ان تمام مقاماتِ مسطورہ میں اس عاجز بندہ پر توجہ فرمائی، اور بعد ازاں اجازت نامہ بھی عطا فرمایا، لہٰذا اب پورے اجازت نامہ کی حسب وعدہ تبرکاً نقل کرتا ہوں۔ سابق اجازت نامہ ہی میں کچھ اور عبارتیں اضافہ فرماکر اپنے غلام کو اجازت نامہ عنایت فرمایا۔ وہ یہ ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

فقیر عبداللہ المشہور بہ غلام علی [92] عُفِيَ عَنۡهُ گذارش کرتا ہے کہ فضائل و کمالاتِ مرتبت صاحبزادہ والا نسب حضرت حافظ ابو سعید (اللہ تعالیٰ اس کو دارین میں سعادتمند کرے) کو اپنے آباء کرام رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِمۡ کی باطنی نسبت حاصل کرنے کا اشتیاق پیدا ہوا، بناءً علیہ انھوں نے اس فقیر کی طرف رجوع فرمایا۔ فقیر نے باوجود اپنی اس تمام عدم لیاقت کے ان کے بزرگوں کے حقوق کی رعایت کرکے ان کے سوال کی اجابت سے کوئی چارہ نہ دیکھا، اور ان کے لطائف پر توجہات کی گئیں۔ خدائے تعالیٰ کی مہربانی سے بطفیل پیرانِ کبار رَحۡمَةُ اللّٰهِ عَلَيۡهِمۡ تھوڑے ہی عرصہ میں ان کے لطائف پر جذباتِ الٰہیہ نے فضل فرمایا۔ کیونکہ میرا معمول یہ ہے کہ لطائف پنجگانہ پر یکبارگی

---

[92] حالات کے لئے دیکھئے حاشیہ 9 صفحہ ز

ہی توجہ کرتا ہوں۔ اور ان کو توجہ اور حضور اور کیفیات اور بعضے اسرار حاصل ہوئے، اور اس توجہ کی وجہ سے ان میں ایک نوع کا استہلاک پیدا ہوا اور فنا کا رنگ ان کے باطن میں لاحق ہوا اور توحیدِ حالی کے پرتو کے ظہور نے بندوں کے افعال کو ان کی نظر سے پوشیدہ کردیا اور انھوں نے ان افعال کو حضرت حق سبحانہ کی جانب منسوب پایا۔

بعد ازاں ان کے لطیفۂ نفس پر اس کے عروج و نزول میں توجہ کی گئی تو وہ اس مقام کے حالات میں وہاں مستہلک ہوگئے اور انھوں نے اپنی صفات کو حضرتِ حق سبحانہ کی طرف منسوب پایا اور ان کے اَنا کو اسقدر شکستگی حاصل ہوئی کہ انھوں نے اپنے اوپر لفظ اَنا کا بولنا دشوار جانا۔ اور ان کے باطن پر وحدتِ شہود کا کچھ نور چمکا اور تمام ممکنات کو حضرتِ حق سبحانہ کے وجود و توابعِ وجود کا آئینہ شناخت کیا۔

بعد ازاں ان کے عناصر پر توجہ اور نسبت کے انوار کا القا کیا جارہا ہے اور انھوں نے عناصر کے جذب اور ان کی توجہ کو بھی معلوم کرلیا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ۔

اور اس جگہ میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے ان کے اظہار و اقرار سے لکھا ہے اور ان کے تمام حالات و واردات کو میں نے خود بھی معلوم کرلیا ہے اور میرے یاروں نے بھی ان کے بارے میں خدائے حق سبحانہ کی ان عنایات کی شہادت دی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ۔

اور کریم کارساز سبحانہ کے کرم سے بطفیلِ مشائخِ کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ میں امیدوار ہوں کہ بشرط التزامِ صحبت ان کو بہت کچھ ترقیات ہونگی، اور اللہ تعالیٰ پر یہ امر ہرگز ہرگز دشوار نہیں۔ پس اس صورت میں ان کو طریقۂ نقشبندیہ مجدّدیہ کی تعلیم کی اجازت دے دی گئی کہ خدائے پاک کی عنایت و مہربانی سے اذکار و مراقبات

کی تعلیم دیا کریں اور طالبوں کے دلوں میں سکینت و اطمینان بھی ڈالا کریں۔ اور فاتحہ بہ نیت ایصالِ ثواب بارواحِ طیبہ مشائخِ قادریہ و چشتیہ رَحۡمَۃُ اللّٰہِ عَلَیۡھِمۡ بھی پڑھی گئی تاکہ ان کو ان کبراء عظام کے ساتھ توسل حاصل ہو، اور نیز ان کے باطن میں ان اکابر کے فیوض و برکات حاصل ہوں، اور ان دونوں طریقہ علیہ میں جو کوئی ان سے توسل چاہے یہ اس سے بیعت لیں اور ان حضرات کا شجرہ اس کو عنایت فرمائیں۔ اے خدا تو ان کو متقیوں اور پرہیزگاروں کا پیشوا بنا، آمین۔

اب میں ان کو امورِ ذیل کی وصیت کرتا ہوں: (۱) اپنی نسبتِ باطنی کو ہمیشہ محفوظ رکھنا (۲) حضور و توجہ میں مشغول رہنا (۳) جملہ اوقات و حالات میں یادداشت کو نہ چھوڑنا (۴) تمام اعمال میں حضرت حبیبِ رب العالمینؐ کے سنن کی متابعت کرنا (۵) اپنے تمام اوقات کو نوافل و عبادت کے ساتھ گذارنا اور کمال تعدیل ارکان کے ساتھ ادائے نماز کرنا اور دوسرے اوراد و اذکار و تلاوت کلامِ مجید و درود و استغفار و تفویض امور بحضرت کردگار سبحانہ سے معمور رکھنا۔ اے خدا تو ان کے تمام امور میں ان کا کفیل بن جا۔ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ۔

الحمد للہ کہ اس کے بعد انھوں نے کچھ مدت میں التزام صحبت کی وجہ سے سلوک کا کام آخر مقامات تک پہنچایا اور طریقۂ مجدّدیہ کے تمام مدارج سے مناسبت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ زمین کے طول و عرض میں ان کی مجددیہ نسبتوں کو رسوخ عطا فرمائے اور اس طریقہ کے انوار و اسرار و کمال و تکمیل سے کامل حصہ عنایت کرے اور اس طریقہ کے تمام مقامات سے ان کی توجہات کے باعث طالبوں کو نسبتِ قلبی اور نسبتِ فوقانی سے بہرہ مند کرے۔ فَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذَالِکَ۔

طریقہ کے سلوک سے مقصود اخلاق کی آراستگی اور جنابِ الٰہی میں ہمیشہ متوجہ رہنا

ہے تا کہ شکستگی و نیازمندی اور اخلاص ہر وقت موجود رہے ، اس کا ظاہر حبیبِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی سنتوں کا پابند اور باطن ماسوائے حق سے روگرداں اور جنابِ کبریائی سبحانہ کی طرف متوجہ رہے۔ مثنوی

قرب نه بالا و پستی رفتن ست
قربِ حق از قیدِ ہستی رستن ست [93]

چیست معراجِ فنا این نیستی
عاشقاں را مذہب و دیں نیستی [94]

ترجمہ
زیر و بم میں بانسری کا قرب ہے
خود کے مٹنے میں خدا کا قرب ہے

اپنی ہستی کو مٹا دینا ہے معراجِ فنا
ہے اسی پر عاشقوں کے دین و مذہب کی بِنا

واقعات و حوادث زمانہ کو تقدیرِ الٰہی یا اللہ تعالیٰ کے افعال سے خیال کرکے توکل اور رضا و تسلیم کے ماتحت رہنا چاہیئے۔

وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ کَذٰلِکَ۔

93مولانا جلال الدین رومیؒ، مثنوی معنوی، دفتر سوم
94مولانا جلال الدین رومیؒ، مثنوی معنوی، دفتر ششم

تقریظ

از حضرت شاہ غلام علی دہلوی مجددی [95] قُدِّسَ سِرُّہٗ

راقم الحروف (حضرت شاہ ابو سعید مجددیؒ) کہتا ہے کہ میں نے یہ رسالہ لکھ کر حضرت پیر دستگیرؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے مطالعہ فرمانے کے بعد یہ عبارت تحریر فرمائی، تبرکاً نقل کرتا ہوں۔

الحمد للّٰہ والمنۃ والصلٰوۃ والسلام علی نبیہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ کہ فقیر عبداللہ عرف غلام علی عُفِيَ عَنْہُ نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا۔ اس میں جو کچھ مذکور ہے اس سے بہت ہی مسرور و محظوظ ہوا، اور صاحبِ رسالہ کے حق میں دعائے خیر کی اور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل پیرانِ کبار رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ ان کو طریقۂ مجدّدیہ کے شیوع کا ذریعہ بنائے، اللہ سبحانہ اس طریقہ کے اہل کو ترقی و کثرت عنایت فرمائے، اور جو کچھ انھوں نے ان اوراق میں تحریر کیا ہے ان کے مستفیدین کو پہنچائے، اور جیسے ان کے آباء کرام رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ کو امام و مرشد اور اس طریقہ عالیہ کا مروّج فرمایا ہے ان کو بھی ہدایت کا چراغ اور رشد کا آفتاب بنائے اور ان کی عمر میں برکت عطا کرکے دراز عمر اور صالح کرے۔ اور اس رسالہ میں جو کچھ انھوں نے درج کیا ہے وہ

---

[95] حالات کے لئے دیکھئے حاشیہ 9 صفحہ ز

تمام حضرت مجدّد رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ کے علوم و معارف کے موافق اور مطابق ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

اس ناچیز بندہ کا تذکرہ اس رسالہ میں ضروری نہ تھا، ہاں البتہ نعمت کا اظہار اور منعم کا شکر تو واجب و لازم ہے اور ذکر اس کا ذریعہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ وَ الْبَرَکَاتُ الزَّاکِیَاتُ۔

اشاریہ